

قیمت دو روپیہ۔
ازالہ الشکوک، غدر کے پس و پیش زمانہ میں مولانا محمد رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی مرحوم نے عیسائیوں کے رد میں جو ربانی شہرت اور مقبولیت حاصل کی اور خصوصاً ان کی عربی تصنیف میزان الحق وغیرہ نے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا میں مقبولیت حاصل کی۔ احاطہ مدراس کے مشہور عربی درسگاہ باقیات الصالحات نے ازالہ الشکوک کے نام سے مولانا مرحوم کی کتاب کی دو جلدیں اردو میں شائع کی ہیں، عیسائی مناظروں سے بچھی رکھنے والے اصحاب کے لیے یہ معلومات کا ذخیرہ ہے، قیمت تین روپیے، پتہ: ہتھم صاحب مدرسہ باقیات الصالحات، ویلور، شمالی آرکٹ، احاطہ مدراس،

رسول مدنی، یہ میلاد کی محفلوں میں پڑھنے کا ایک مختصر رسالہ مولوی میر نذر علی صاحب دہلوی کا کوری کا لکھا ہوا ہے، کچھ نثر اور کچھ نظم ہے، دور از کار روایتوں کو عموماً نہیں لیا ہے، اور اختصار کیساتھ چند صفحوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے متعلق مفید باتیں درج ہیں، اور عام محفلوں میں پڑھنے اور سنانے کے لائق ہیں، ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ۲ روپیہ۔ ملک بین الدین صاحب کتب فروش اللہ والے کی قومی دوکان، محلہ گکے زبان، لاہور،

النجمة السائرة، انجیل عربی مدرس کے نصاب میں عربی عروض کے نصاب میں محیط الدائرہ بہت چل گئی ہے جو ایک شامی عیسائی کی تصنیف ہے، مگر مختصر اور سہل الفہم ہونے کی بنا پر مقبول ہے، النجمة السائرة کے نام سے جناب مولوی سید سبط حسن صاحب ممتاز الافاضل نے اوپر عربی متن دیکر نیچے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے، اور تشریح کی ہے، اس لیے اردو دان اصحاب یا مشرقی امتحانات کے دلدادہ طلبہ اس سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں، قیمت عدم

پتہ: انجمن مؤید الاسلام، مدرسہ الوداعین، لکھنؤ،

جلد سبب پنجم | ماہ شوال المکرم ۱۳۴۸ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۳۰ء | عدد ۱۵

مضامین

شذرات

سید سلیمان ندوی

۲۴۴-۲۴۲

اسلامی اقتدار کا اثر یورپ کی صنعت پر

مولانا عبد السلام صاحب ندوی

۲۴۵-۲۴۰

”قصہ حضرت تیم انصاری“

مولوی عبد القادر صاحب سوری ایم اے لالہ بی اے پروفیسر جامعہ اسلامیہ

۲۴۱-۲۴۰

نجد

مولوی عین الدین احمد صاحب ندوی فاضل دارالافتاء

۲۴۱-۲۴۰

خیابان دانش

مولوی ابوالقاسم صاحب سوری دارالترجمہ حیدر آباد دکن

۲۴۲-۲۴۱

ابوبکر بن زکریا الرازی

س، م، برڈی، ہوشیارپور

۲۴۳-۲۴۰

استاد جبر فوط

”ع“

۲۴۴-۲۴۳

۱۹۲۹ء میں ادب کا نوبل پرائز

”ع“

۲۴۵-۲۴۴

لفظ تنبیغ کی اصلیت

”ع“

۲۴۶-۲۴۵

رومانیا اور بلغیریا میں مسلمان

”ع“

۲۴۷-۲۴۶

”کاپاپلٹ“

”س“

۲۴۸-۲۴۷

آثار علمیہ ادبیہ

حضرت مولانا رشاد حسین صاحب مرحوم مجددی رقم پورہ

۲۴۹-۲۴۸

اجبار علیہ

”ع“

۲۵۰-۲۴۹

علوم جدیدہ اور حقائق

لسان الحکمۃ خمس العلماء عبد الرحمن شاطر مدنی

۲۵۱-۲۵۰

فریاد جرس

جناب محمد اسد خان صاحب بی اے (ملتان)

۲۵۲-۲۵۱

کیفیت سخن

مولانا کیفی چریا کوٹی

۲۵۳-۲۵۲

ماہ نو

”س“

۲۵۴-۲۵۳

مطبوعات جدیدہ

”ن، ت، ر“

۲۵۵-۲۵۴

شہادت

پچھلے شذرات میں مولانا عبدالحی سہارنپوری مرحوم کے تذکرہ میں لکے والد ماجد کا نام غلطی سے حبیب الرحمن لکھ گیا تھا۔ صحیح نام عبدالرحمن تھا۔ اس سلسلہ میں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شرنانی پڑوانا کوثرہ دہلیہ ۱۳۸۱ھ میں اقام فرما "مولوی عبدالحی صاحب مرحوم بڑے غلص دوست، ہمدرد و ہی خواہ اسلام بزرگ تھے، انجمن اسلامیہ کے مقاصد کی تائید میں متواتر دورے ایام فرست میں فرماتے تھے، تکلف طبع، بذلہ نسخ تھے، وفات سے دو سال پہلے کلام محمد بڑے اہتمام سے حفظ کیا، بار سال بڑے اہتمام سے محرم سنایا ۱۱ سال بھی ۲۰ رمضان مبارک کی شب کو تراویح میں کلام پاک سننے کی حالت میں مبتلا سے طاعون ہوئے ۲۴ ماہ مبارک یوم جمعہ کو وفات پائی، اجاب کو بالخصوص بہت تاسف ہے۔"

مسلم یونیورسٹی کے شعبہ کیمیا کے نوجوان لائق صد ذاکر قاسم علی منصور ایم اے، ایم ایس سی (کینٹب) پی ایچ ڈی (گوئنگن) جو ہماری قوم میں اس فن کے مستند ماہر اور یورپ کی درس گاہوں کی متعدد سندوں کے مالک تھے، ۱۰۰ سالہ کی صبح کو کسی بیماری میں دل کی حرکت بند ہو جانے سے وفات پا گئے، مرحوم کے دل کا یہ عارضہ کیمیائی تجربہ گاہ کے بعض خاص قسم کے گیس کے اثر سے شروع ہوا تھا جس سے وہ بالآخر نجات نہ پاسکے، اس طرح ہم ان کو شہید علم کا درجہ دے سکتے ہیں، مرحوم کی اس غیر متوقع وفات سے ہمارے ملک کے حلقہ علم و فن کو بڑا صدمہ پہنچا، خدا متغفر

بشار بن برد، خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے دربار کا بڑا شاعر تھا، جہاں تک معلوم ہے اس کا دیوان اب تک شائع نہیں ہوا ہے، شام کے چوتھی صدی ہجری کے دو مشہور شاعر بھائی جو خالد بن کے نام سے معروف ہیں، انہوں نے اسکاوی مرتب کیا تھا اور اس کی شرح پانچویں صدی کے ایک ادیب اسماعیل بن احمد برقی نے لکھی تھی، اس دیوان اور اس شرح

نہایت عمدہ نسخہ کجناذہ تصفیہ حیدر آباد دکن میں ہے، مسلم یونیورسٹی کے معلم عربی مولوی بدرالدین صاحب بنگالہ دینی ذوق مسلم دروہجو ادبی عنوانات پر الزہرہ مصر اور رسالہ الجمع اعلیٰ العربی و شق میں مضامین لکھتے رہتے ہیں، انہوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ اس کتاب کو تصحیح و تخریص کے بعد شائع کریں جناب نواب مسعود جنگ پروانس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے ان کے اس ارادہ کو پسند کیا اور انہوں نے یہ قلمی تسخیر، آبائے نگار ان کے حوالہ کیا جو دعا ہو کہ یہ مفید علمی خدمت جلد سر انجام پائے،

۰۰۰۰۰

حیدر آباد دکن کے ایک نوجوان اہل قلم سید تکمیل صاحب کا علمی اردو شاعرہ خواتین کا تذکرہ مرتب کرنا چاہتے ہیں، شروع سے آج تک تہنی اردو شعر کہنے والی خواتین گزری ہیں، ان کے حالات انہوں نے فراہم کئے ہیں، اس سلسلہ میں وہ چاہتے ہیں کہ جن صاحبوں کو کسی گذشتہ یا موجودہ کسی ایسی سنجیدہ باکمال شاعرہ کے کچھ حالات اور کلام معلوم ہوں، ان سے انکو مطلع کریں، ان کا پتہ کوئٹہ عالی جاہ، حیدر آباد دکن ہے۔

۰۰۰۰۰

ناظرین معارف کو پنجاب کے نوجوان فاضل اور ہفت زبان شیخ عنایت اللہ صاحب ایم اے کا نام یاد ہو گا، ان کے وظیفہ پر وہ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں عربی کی مزید تعلیم و تحقیق کے لیے گئے ہیں، ان کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ پروفیسر آرمیلڈ صاحب جن سے ہندوستان کے لوگ آشنا ہیں اور جواب اس اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں ہیں، وہ جامعہ مصریہ کی درخواست پر جنوری مسئلہ میں مصر آئے ہیں، اور تقریباً چار مہینے وہاں ٹھہر کر اسلامی تاریخ کا درس دیتے ہیں، جہاں مصریوں کو خصوصیت کیساتھ ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور یہاں کی اسلامی حکومت سیاسی اقتدار اور ثقافت کے بارے میں

۰۰۰۰۰

بیرجھنڈا (سندھ) کے مشہور کتب خانہ میں جو کتابیں مختلف اقطار عالم سے نقل ہو کر مال میں آئی ہیں، ان میں حسب ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں، طبقات احمدی، صفحہ اول و جلد کامل للحافظ ابی ایوب، کتاب الافراد للذہبی، جلد دوم، ابن مندہ کی کتاب علی الانفا والنفق ابن عساکر کی الکامل فی الرجال کی تیسری جلد، عسکری کی کتاب تصنیفات المحدثین، اور ابو داؤد سجستانی کی کتاب المصاحف،

ریاست آبا د جس نے اردو کی شاندار خدمات انجام دی ہیں کئی سال سے اردو کے مکمل و خوشنام تعلیق کے تیار کرانے میں مصروف ہیں۔
چنانچہ چند سال کی کوششوں کے بعد وہ اس مقصد میں کامیاب ہوئی ہے اور اب اس نے فیصلہ کیا ہے کہ ملک کے متاثرہ و سربرآوردہ اہل علم کو جس کام سے
دیکھیں وہ واقفیت ہو اور جو اس کی وقتوں کے حل کرنے میں مناسب مشورے دیکھتے ہوں انکو حیدرآباد آنے کی تحلیف دجائے اور انکی ایک
مشورائی مجلس ۲۲-۲۳ اپریل سنہ کو حیدرآباد میں منعقد ہو ریاست نظام نے اردو کی ایسی بڑی اہم خدمت انجام دی ہے کہ اسکے اس احسان
پر صرف اردو زبان بلکہ فارسی زبان بلکہ تمام ایشیائی زبانیں جو فارسی سے تعلق خط میں لکھی جاتی ہیں، کبھی عمدہ برائین ہو سکتیں۔

پچھلے سال میں کتاب المبین پر ڈاکٹر عبد الستار صاحب مدنی ایم اے پی ایچ ڈی کا جو مضمون شائع ہوا تھا، ہمارے پاس اس کا
ایک متن و نسخہ جواب ہمارے ہی حلقہ کے ایک ممبر مولوی اکرام اللہ خاں صاحب ندوی معاون ادبی سکریٹری مسلم بک کونسل کائنات
علی گڑھ کی طرف موصول ہوا ہے، مضمون دیرین پہنچنے کے سبب اس مہینہ میں شائع نہ ہو سکا، انشاء اللہ آئندہ پرچہ میں شائع ہوگا۔

جس طرح مکہ معظمہ میں علم و فن کی خدمت کا فخر اہل ہند کو حاصل ہے اب مدینہ منورہ میں اس کے حصول کا سامنا کر گیا ہے جناب الماسید
احمد صاحب فیض آبادی برادر مولانا سید حسین احمد صاحب نے جو اس شہر قدس میں ایک مدت سے سکونت پذیر ہیں اور اپنے فضل و کمال اخلاص و
دینداری اور حسن اخلاق کی بنا پر عرب و ہند، شاہ در عایا و دونوں ملکوں اور دونوں ملتوں کے قلوب پر یکساں
حکمران ہیں چند سال سے وہاں مدرسۃ العلوم الشرعیۃ لیتامی البلدة النبویۃ کے نام سے ایک نئی درسگاہ قائم کی ہے اور جسکی الگ عمارت
مسجد نبوی کے جوار میں بن رہی ہے عرب ہندوستان اور افریقہ کے متعدد باکمال مدرسین اس میں ادبی و دینی علوم کا درس دے رہے ہیں
اور انتہائی بشارت کیساتھ صرف کثافت پر اپنی خدمتوں کو انجام دے رہے ہیں، ابھی حال میں شہرہ کی دروداد شائع ہوئی ہے جو چین
درستہ کور کے متعلق ہر قسم کے معلومات اور مختلف چندوں کی فہرستیں درج ہیں، ایسی ضروری درسگاہ کی امداد ہر مسلمان کا فرض ہے
جو خوش قسمت اصحاب اس کا ذخیرہ میں شرکت کرنا چاہیں وہ چاندنی چوک دہلی کو ٹھی حاجی علی جان صاحب مرحوم کے
ذریعہ سے اپنا چندہ بھیج سکتے ہیں،

مقالہ

قدیم مشرقی مصنوعات

اسلامی استدار کا اثر یورپ کی صنعت پر

از

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی

چند روز ہوئے کہ ایک یورپین لیڈی نے ایک جغرافیہ دان انجمن کے سامنے اس دلچسپ موضوع
پر ایک تقریر کی تھی اور اس تقریر میں یہ الفاظ کہے تھے۔

جو کپڑا آج موسلین کے نام سے مشہور ہے وہ موصل سے آیا تھا اور ٹالین کپڑا جس کو بلڈا
کہتے ہیں اس کے سنی پر وہ یا چھتری کے ہیں اور انگریز لوگ جس کپڑے کو ڈینیٹی کہتے ہیں
اس کی اہل شہر "ڈمیٹا" سے ہے۔

بلڈا کو کے متعلق اگرچہ اس لیڈی کا خیال غلط ہے، کیونکہ یہ لفظ "بلڈا" سے مشتق ہے جو بغداد
کی بگڑی ہوئی شکل ہے، اور بلڈا کو ثوب بغدادی یعنی بغدادی کپڑے سے ماخوذ ہے جس کو یورپین لوگ
اپنے ملکوں میں چھتری بنانے کے لیے بیجائے تھے، لیکن الفاظ کے متعلق اس کی خیلا لوجی صحیح ہے، لیکن یہ
جغرافیہ تحقیقات صرف انہی چند الفاظ تک محدود نہیں ہے، بلکہ یورپین زبانوں میں اور بھی بہت سے
کپڑوں کے نام ملتے ہیں جو یورپین ملکوں میں مشرق کے مختلف شہروں سے لائے گئے ہیں اور وہاں
انہیں شہروں کے انتساب سے مشہور ہو گئے ہیں، مثلاً

Grenade	غرنادی	اندلس کے مشہور شہر غرناطہ کی طرف منسوب ہے،
Habassin	حبشی	بحرہ کے محلہ حبش کی طرف منسوب ہے،
Haman	حموی	
Indienne	ہندی	
Levantine	لاونڈی (یعنی مشرقی)	
Madapolam	مضام	یہ لفظ ہندوستان کے شہر میٹھاپلاہ سے ماخوذ ہے،
Magrabin	مغربی	
Maroc	مراکشی	
Masulipatam	ماسولی	ہندوستان کے شہر مسلی پٹنم کی طرف منسوب ہے،
Mocade	مقعد	ایک قسم کا کپڑا جو بیٹھنے کی چیزوں پر منڈھا جاتا ہے،
Moire	مور	ایک کپڑا جس میں موجوں کی طرح لہریں اٹھتی ہیں،
Mohabul	مہابادی	ایک گانوں کی طرف منسوب ہے جو قم اور اصہبان کے درمیان ہے،
Moncazar	منخر	
Moultans	مولتانی	لہان کی طرف منسوب ہے،
Mousseline	موصلی	
Nankin	ننکینی	چین کے شہر ننکین کی طرف منسوب ہے،
Nankinette	ننکینیٹ	
Nassarir	نوصاری	ہندوستان کے شہر نوصار کی طرف منسوب ہے،
Pekin	پکینی	چین کے شہر پکین کی طرف منسوب ہے،

Alepine	علبی	
Baldaqum	بندادی	
Belebac	بلبلکی	یہ کپڑا بلبلک سے بنگال میں بھی آیا اور وہاں بنا گیا،
Bocassin	بوقاسی	(علب اور مصیصہ کے درمیان ایک شہر کا نام ہے)
Brocart	براق	
Cachemire	کشمیری یا کشمیری	
Caimacani	قائم مقامی	
Calicot	کالیقوٹی	(کالیقوٹی) کالی کٹ کی طرف منسوب ہے،
Cambaye	کنباتی	ہندوستان کے شہر کمبایت کی طرف منسوب ہے،
Caneguin	حانقینی	حانقین کی طرف منسوب ہے جو عراق کا ایک گانوں ہے،
Chite	شیت	عراقی اس کو حیت یعنی چھینٹ کہتے ہیں،
Damao	دماشقی	
Demille	دمیالی	
Yentre	فیر	
Yotte	فوط	
Youstanelle	نسطان	ایک قسم کا لباس ہے جس کو عورتیں پہلے فسطاطی کپڑوں سے بناتی تھیں پھر دیوں نے اسکو اپنا مخصوص لباس بنالیا،
Youtaine	فسطاطی	فسطاط مصر کی طرف منسوب ہے جو جہان نہایت عمدہ کپڑے تیار کرتے تھے،
Gaze	غزی	

صایہ شایہ یا شایہ کی تحریف ہر جہل سے ماخوذ ہر ایک کپڑے کا نام ہے
 Siu moine سیامی یا سیامی سیام کی طرف منسوب ہے
 Yali Yalin عنائین کی طرف منسوب ہر جو بغداد کا ایک محلہ تھا اور وہیں یہ
 کپڑا بناتا تھا،

Yanjel

طنجلی ہندوستان کا ایک شہر ہے،

Yungoise

ترکی

یہ ایک جدید تحقیقات ہر جہل کو اس زمانے کے اور مورخہ نظریات کی طرح اگرچہ قیاسی کہا جاسکتا ہے لیکن
 تاریخی روایات سے بھی اس کی تائید کی جاسکتی ہے اور ان روایات کی بنا پر مشرق کے اکثر شہروں کو مختلف قسم کی
 مصنوعات کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے بالخصوص بغداد میں جو اس زمانے کا پیرس تھا بہترین قسم کے کپڑے تیار ہوتے
 تھے اور وہاں کے متحدہ گاہوں اس صنعت میں نمایاں شہرت رکھتے تھے مثلاً سبن بغداد کا ایک گاہوں
 تھا جس میں سبھی کپڑے بنے جاتے تھے اور وہ ایک قسم کا سیاہ تہ بند ہوتا تھا جو سوت اور حریر سے تیار کیا
 جاتا تھا اور اس کو عورتیں استعمال کرتی تھیں ابن خلدون نے اپنی کتاب اخبار الاندلس میں بغدادی چادروں
 کا ذکر کیا ہے جو زرین حریر سے تیار کی جاتی تھیں اور گھوڑوں کی زیبائش و آرائش کے کام آتی تھیں
 یا قوت حموی نے خطیرہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"بغداد کا ایک بڑا گاہوں ہے جس میں نہایت باریک سوتی کپڑے تیار کیے جاتے ہیں اور انکو

تاجر اپنے شہروں میں لے جاتے ہیں بختم بغداد کا ایک محلہ ہے جس میں مختلف قسم کے جالی دار کپڑے

تیار ہوتے تھے

مقدسی لکھتا ہے:-

"کیا تم نے بصرہ کے ریشم وہاں کے کپڑے اور وہاں کی اور چیزوں کا ذکر نہیں سنا ہے؟ بلکہ میں کہتا

کے قیمتی کپڑے بنے ہیں اور کو فزین ریشم کے نہایت عمدہ نمونے اور بغداد میں نادر چیزیں اور طرح طرح
 کے ریشمی کپڑے، نعلانیہ میں چادرین اور عمدہ ادنی کپڑے بنائے جاتے ہیں اور بغداد میں قیمتی
 تہ بند نمونے، قصر یہ اور یوسفیہ میں رد مال، تکریت کے ادنی کپڑے واسط کے پردے
 یہ اس مضمون کا خلاصہ ہر جو بغداد کے مشہور رسالہ لغت العربیہ میں مشائع ہوا ہے اور مضمون نگار نے
 اس کو ان پر حسرت الفاظ میں ختم کیا ہے،

"آج ان مصنوعات کا نام و نشان بالکل مٹ گیا ہے اور بجز حریر کے تہ بندوں کے اور کوئی صنعت

باقی نہیں ہے کیونکہ یورپین کپڑوں نے سب کا گلا گھونٹ دیا ہے، کاش وہ دن آئے

جب ہماری قدیم صنعتیں دوبارہ زندہ ہو جائیں۔"

لیکن یہ پر حسرت داستان ہمیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کو اور بھی زیادہ پھیلا کر بیان کیا جاسکتا ہے
 اور ہم اس مضمون کے ذریعہ سے یہی فرض انجام دیتے ہیں عنوان کے لحاظ سے اگرچہ یہ مضمون تمام مشرقی مصنوعات
 پر مشتمل ہے تاہم جان تک معلومات کا تعلق ہے وہ صرف صنعت پارچہ بانی میں محدود کر دیا گیا ہے، حالانکہ قدیم
 زمانے میں کوئی صنعت ایسی نہ تھی جو مشرقی ممالک میں نہ پائی جاتی ہو، اگرچہ یہ افسوسناک بات ہے کہ ہمارے
 مورخین نے مشرقی صنائع کی کوئی مستقل تاریخ نہیں لکھی اس لیے اس موضوع کے متعلق مفصل اور مسلسل معلومات
 بہ مشکل مل سکتی ہیں تاہم ہمارے جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں نے اس کے متعلق جو جہت جہت معلومات فراہم کی ہیں
 ان سے مشرقی ممالک کی صنعتی ترقیوں کا اندازہ نہایت خوبی کے ساتھ ہو سکتا ہے اور ہم مختلف مصنوعات کے
 متعلق انہی معلومات کو مختلف عنوانات میں یکجا کر دیتے ہیں

کاغذ | دار القز بغداد کا ایک عظیم الشان محلہ تھا عربی زبان میں قز ریشم کو کہتے ہیں جس سے قیاس ہوتا ہے

کہ اس محلے میں ریشمی کپڑے تیار کئے جاتے تھے لیکن یا قوت حموی نے لکھا ہے کہ اب یہ محلہ بالکل ویران ہو گیا

ہے، صرف چار محلے باقی رہ گئے ہیں اور ان میں کاغذ بنایا جاتا ہے۔

شاہی مشرقی اندس کا ایک عظیم الشان پرانا شہر تھا۔ اور اس میں نہایت عمدہ کاغذ تیار کیا جاتا تھا جو اندس کے تمام شہروں میں جاتا تھا۔

دوسری گلی | تونس افریقہ کا مشہور شہر ہے اور اس کی نسبت یا قوت حموی لکھتا ہے کہ تونس میں پانی رکھنے کے لیے مٹی کے گڑے بنائے جاتے ہیں جنکو ریجیہ کہتے ہیں اور وہ اسقدر سفید اور شفاف ہوتے ہیں کہ ان کے اندر کی چیز قریب قریب جھلکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے، اور ملکوں میں ان کی نظیر نہیں پائی جاتی۔

ظنون چوبی | بلبلک نہایت مشہور مشرقی شہر اور صنعت و حرفت کا مرکز تھا۔ اسکی نسبت ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ یہاں لکڑی کے برتن اور چمچے ایسے عمدہ بنائے جاتے ہیں جنکی نظیر اور شہروں میں نہیں ملتی، یہ لوگ بڑے پیلے کو دست کہتے ہیں، اور بعض اوقات ایک پیالہ تیار کرتے ہیں، پھر اسی کے اندر دوسرا پیالہ تیار کرتے ہیں اور اس طرح ایک پیالہ کے اندر دس پیالوں کی گنجائش نکال لیتے ہیں، حالانکہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی پیالہ ہے، اسی طرح ایک چمچے کے اندر دس چمچے بنالیتے ہیں، جنکا غلاف چمچے کا ہوتا ہے، اور جب کوئی شخص دسترخوان پر ان سے کام لینا چاہتا ہے تو دیکھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی چمچ ہے، لیکن اس کے اندر سے دس چمچے نکلے ہیں۔

ضنار | یہ ایک شہر کا نام ہے جس کے ذکر میں بھی سیاح لکھتا ہے کہ "ضنار" کی پٹری یہیں تیار ہوتے ہیں اور سب عجیب تر جو چیز یہاں تیار ہوتی ہے وہ بانس کے طشت ہیں جس کے ٹکڑے باہم نہایت مہارت کیٹھا جوڑے جاتے ہیں اور چکدار سرخ رنگ سے ان کو رنگا جاتا ہے، اور ایک طشت کے اندر دس طشت ہوتے ہیں لیکن دیکھنے والے کو ایک ہی طشت معلوم ہوتا ہے، یہ لوگ اسی بانس سے پیالے بھی بناتے ہیں اور نہایت عجیب بات یہ ہے کہ وہ اوپر سے گر کر نہیں ٹوٹتا، ان میں گرم کھانا رکھ دیا جاتا ہے، لیکن ان کا رنگ نہیں بدلتا اور وہ ہندوستان اور خراسان میں وہیں سے لایا جاتا ہے۔

معجم جلد ۵ صفحہ ۲۱۲ معجم جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ ابن بطوطہ جلد اول صفحہ ۵۹ معجم جلد ۲ صفحہ ۲۰۵

ظنون برنجی | اردناز حلب کے اطراف میں ایک نہایت قدیم شہر تھا جہاں نہایت عمدہ دیگ اور لوٹے بنتے تھے۔ شیشہ سازی | حلب کو نہایت قدیم زمانے سے شیشہ سازی میں شہرت حاصل ہے، اور آج ہر شخص اسی شہرت کی بنا پر حلبی آئینہ سے واقف ہے، اور اس کو یہ شہرت اس کی قدرتی پیداوار کی بنا پر حاصل ہوئی ہے، چنانچہ یا قوت حموی ایک پہاڑ کے ذکر میں لکھتا ہے کہ اس میں چار کانیں ہیں ایک مارکول کی ایک گیرد کی، تیسری اس مٹی کی جس سے لوہے ڈھانے کی گلیا بنائی جاتی ہے چوتھی اس ریگ کی جو حلب میں پیدا ہوتا ہے اور اس سے شیشہ بنایا جاتا ہے، اور وہ چونکہ کی طرح سفید ہوتا ہے لیکن حلب ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ قدیم شہروں میں سے شہر اس صنعت کے جلوہ گاہ تھے، مثلاً ابن بطوطہ دمشق کی سڑکوں کے ذکر میں لکھتا ہے کہ "ان پر جو ہر لوگ کتب فروشوں اور عجیب غریب شیشے کے برتنوں کے کاریگروں کی دوکانیں ہیں۔"

مشہور تاریخی مقام قادسیہ کے علاوہ زمانہ قدیم میں ایک گھٹون بھی اسی نام سے آباد تھا اور اسکی نسبت یا قوت حموی لکھتا ہے کہ "وہاں شیشے بنائے جاتے ہیں۔"

چرم سازی | زمانہ جاہلیت کے اشعار میں عرب کے بعض مقامات کے مشہور چرموں کا ذکر آتا ہے، احادیث میں بھی اسی قسم کی تصریحات ملتی ہیں یا مخصوص ادیم یعنی تو عام طور پر مشہور ہے، لیکن ان کے علاوہ جبرافون اور سفرناموں میں اور بھی متعدد مقامات کے نام ملتے ہیں جو چرم سازی یعنی چرموں کی دباغت میں مشہور تھے، مثلاً یا قوت حموی انعامات کے ذکر میں جو مغرب کا ایک مشہور شہر تھا لکھتا ہے کہ "یہاں چرموں کی دباغت اس خوبی کے ساتھ ہوتی ہے کہ دنیا کے اور چمڑے ان کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتے، اور وہاں سے وہ مغرب کے تمام شہروں میں لائے جاتے ہیں اور مغربی لوگ ان کے سخت خواہشمند ہوتے ہیں، اسی طرح مغرب کے شہروں میں غذا اس کے متعلق لکھتا ہے کہ "یہاں غذا مٹی چرموں کی دباغت ہوتی ہے۔"

معجم البلدان جلد اول صفحہ ۱۸۸ معجم جلد ۲ صفحہ ۵۹ ابن بطوطہ جلد اول صفحہ ۵۵ معجم جلد ۲ صفحہ ۲۰۵

معجم جلد اول صفحہ ۲۹۶

اس عبارت سے قالین کی دو قسمیں بھی معلوم ہوتی ہیں، کیونکہ فارسی میں قالین کو قالی ہی کہتے ہیں، جو اردو میں قالین ہو گیا ہے،

جرم ایک ایرانی شہر تھا جہاں نہایت عمدہ قالین تیار ہوتے تھے اور خود ان قالینوں کو بھی جرم کہتے تھے اور غالباً جاجم کی اصلیت یہی ہے،

مجمع وغیرہ میں ان مواقع پر "بسط" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو بسا ا کی جمع ہے اور وہ قالین کے علاوہ بچھانے کی اور تمام چیزوں کو شامل ہے،

پردے | بسنا | ہوا ز کے اطراف میں ایک شہر تھا جہاں کے تمام مرد اور تمام عورتیں اُن کا ستی تھیں اور فرشیں اور پردے بنی تھیں،

غندجان ایران کا ایک چھوٹا سا شہر تھا جس کی نسبت یا قوت حموی لکھتا ہے کہ یہاں قالین پردے اور کرسیاں وغیرہ اس قدر عمدہ بنی ہیں، جو ارمون کی صنایعوں کا مقابلہ کر سکتی ہیں، یہیں سے بادشاہ کے لیے طراز بھی بنکر تمام ملکوں میں جاتا ہے، جس کی حقیقت ابن خلدون نے ان الفاظ میں بیان کی ہے: "بادشاہوں کے نام یا اس کی مخصوص علامتیں ان کے حریر و دیبا کے لباس میں بیل بوٹوں کے ساتھ کاٹے جاتے ہیں، اور ان کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ سنہرے دھاگے یا ایسے رنگین دھاگوں سے جو اس کپڑے کے رنگ سے مختلف ہوں بن دیے جائیں اور اس طریقے سے شاہی کپڑے شادار ہو جائیں۔"

رومال | امنان | رے اور دامغان کے درمیان ایک شہر تھا جہاں نہایت عمدہ رومال بنائے جاتے تھے عربی زبان میں رومال کو منديل کہتے ہیں جس کو ہمارے جغرافیہ نویسوں نے نہایت وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے۔

۱۔ مجمع جلد ۳ صفحہ ۱۸۳ ۲۔ مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۱۰

۳۔ مجمع جلد ۶ صفحہ ۳۱۰

۴۔ مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۱۲۹

اور یہ بہترین دباغت شدہ چیز ہوتا ہے جس کے آگے خوبی کا کوئی درجہ نہیں نرمی اور چمک میں گو یا وہ ریشمی کپڑا معلوم ہوتا ہے۔

صعدہ میں کا ایک شہر تھا اور اس میں جرم سازی کے متعدد کارخانے تھے، جہاں جو تے کے لیے گائے بیل کے چمڑے کی دباغت ہوتی تھی۔

صنعت پارچہ بانی | اس صنعت کی ترقی کا پہلا دور سلیمان بن عبد الملک کے زمانے سے شروع ہوا کیونکہ وہ نہایت خوش خوراک اور خوش پوشاک تھا اس لیے اس کے دور حکومت میں قدرتی طور پر صنعت پارچہ بانی کو ترقی ہوئی اور اسکے بعد مشرق کے تمام شہر تمام تصبات اور دیہات اس صنعت کا مرکز بن گئے، چنانچہ ان میں جس قسم کے کپڑے تیار ہوتے تھے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے،

مصلی اور قالین | آٹل طبرستان کا مشہور شہر ہے اور وہاں طبرستانی مصلے اور نہایت عمدہ قالین تیار ہوتے تھے۔

آتش اندس کا ایک شہر تھا اور یہاں بے نظیر قالین تیار ہوتے تھے۔

اقداروم کا ایک بہترین شہر تھا اور وہاں بے مثل اونی قالین بنائے جاتے تھے جو شام و مصر، عراق، ہندوستان، چین اور ترکستانی شہروں میں لائے جاتے تھے۔

تبرہ افریقہ کا ایک مشہور شہر تھا جہاں نہایت مضبوط اور لمبے چوڑے قالین تیار ہوتے تھے اور مدیون ٹھہرنے تنس بحر مصر کا ایک جزیرہ تھا جہاں رنگین کپڑے اور رنگارنگ کے قالین بنائے جاتے تھے۔

قالیقلہ ارمینیہ کے اطراف میں ایک شہر تھا جس کی نسبت یا قوت حموی لکھتا ہے،

وتعل بقالیقلہ هذا البسط السماک بالقالی قالیقلہ میں یہ بچھونے جنگو قالی کہتے ہیں بنائے جاتے ہیں اختصار کے اختصار وافی النسبة الى بعض اسمہ لشقلہ لے اس کے نام کے ایک جزو کی طرف ان کو منسوب کر دیا ہے۔

۱۔ مجمع جلد ۶ صفحہ ۲۶۸ ۲۔ مجمع جلد ۵ صفحہ ۳۵۰ ۳۔ مجمع جلد اول صفحہ ۶۳ ۴۔ ایضاً صفحہ ۳۲۲ ۵۔ سفرنامہ ابن بطوطہ

جلد اول صفحہ ۲۲۲ ۶۔ مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ ۷۔ ایضاً صفحہ ۲۱۹ ۸۔ مجمع جلد ۱ صفحہ ۱۴

کیا ہے، اس لیے سرپوش اور دسترخوان وغیرہ بھی اس میں داخل ہو گئے ہیں، چنانچہ اسی وسیع معنی کی بنا پر یاقوت حموی بشاری کے حوالے سے بدخشان کے ذکر میں لکھتا ہے کہ یہاں ابرک پیدا ہوتا ہے جس کو آگ نہیں جلا سکتی، اس کو تیل کے اندر رکھ کر آگ لگا دیجاتی ہے تو وہ چرغ کی بتی کی طرح جلنے لگتا ہے، لیکن تیل تو جل جاتا ہے اور وہ بعینہ اپنے اصلی رنگ و روپ کے ساتھ قائم رہتا ہے، اس سے بڑے دبیز سرپوش بنائے جاتے ہیں، اور جب وہ میلے ہو جاتے ہیں اور ان کے دھونے کی ضرورت ہوتی ہے تو ان کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے جس سے میل کھیل جل جاتا ہے اور وہ خود آگ سے صاف ستھرا اور بیدار ہو کر نکل آتا ہے۔

چادر | قلعہ حماد مغرب کا ایک شہ تھا جہاں ایک پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ تھا اور غالباً یہ شہر اسی قلعہ کی وجہ سے اس نام سے مشہور ہو گیا تھا، یاقوت حموی اس قلعہ کی نسبت لکھتا ہے کہ "اس کا منظر تو اچھا نہیں البتہ اس کے گرد بہت سے زرخیز گاون آباد ہیں، جہاں انجیر اور انگور پیدا ہوتے ہیں، یہاں باریک بناؤ کی نہایت عمدہ چادرین بنتی ہیں، جن پر سنہری بل بوتے ہوتے ہیں، یہاں کے اون میں اس قدر نرمی اور چمک ہوتی ہے جو سونے کے ساتھ مل کر ریشم کا مقابلہ کرتا ہے۔"

ایران کی انتہائی سرحد پر تارم ایک شہر تھا جہاں نہایت قیمتی ریشمی چادرین تیار ہوتی تھیں، رصاد شام ہشام بن عبد الملک کا آباد کیا ہوا تھا اور یہاں کے لوگ چادروں کے بننے میں نہایت ہمارے رکھتے تھے، یاقوت حموی لکھتا ہے کہ یہاں کے غریب امیر سب کے سب اون کاتے ہیں اور ان کی عورتیں بنتی ہیں، اور یا سبیل کے مغرب میں سبنو ایک مقام ہے جہاں نہایت عمدہ چادرین بنتی تھیں، غفارہ ایک قسم کی چادر ہوتی ہے جس کو یہود اپنی عبادت گاہوں میں اوڑھ کر جاتے ہیں، اور اس قسم کی چادروں کے بننے میں سجلا سہ کے لوگ نہایت ہمارے رکھتے تھے (معجم جلد ۵ صفحہ ۴۱)

معجم جلد ۲ صفحہ ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲

نقاب | سرخ خراسان کے اطراف میں ایک نہایت قدیم شہر تھا اور یہاں کے باشندے عورتوں کے لیے نقاب اور ان کے سر میں باندھنے کے رد مال وغیرہ کے بنانے میں نہایت مہارت رکھتے تھے۔
 مذہب | تلمسان مغرب کا ایک مشہور شہر ہے جہاں گھوڑوں کی ایک خاص نسل نہایت شہرت رکھتی تھی اور اس مناسبت سے یہاں گھوڑوں کی زمین کے نیچے رکھنے کے لیے نہایت عمدہ مذہب تیار کئے جاتے تھے چنانچہ یا قوت جموی لکھتا ہے کہ تلمسان میں راشدی گھوڑوں کو اور تمام گھوڑوں پر فوقیت حاصل ہے اور وہاں کی عورتیں مختلف قسم کے اونی مذہب تیار کرتی ہیں جو وہاں کے سوا اور شہروں میں نہیں ملتے۔ سبنو معید مصر کا ایک گانوں ہے اور یہاں بھی نہایت عمدہ مذہب بنائے جاتے تھے (مجموعہ جلد ۱۲ ص ۱۲۵)
 کپڑوں کی ان مخصوص قسموں کے علاوہ عام ریشمی، سوتی اور اونی کپڑے تو تقریباً تمام شہروں میں بنے جاتے تھے، مثلاً

ریشمی کپڑے | البیرہ، اندلس کا ایک بہت بڑا ضلع تھا جس میں بڑے بڑے شہر آباد تھے اور اس کے گوشے گوشے میں کتان اور حریر تیار کئے جاتے تھے۔

تبریز نہایت متمدن اور نہایت خوبصورت اسلامی شہر تھا اور یہاں عبائی، خطائی، زرکار ریشمی کپڑے اور اطلس وغیرہ تیار ہوتے تھے جو مشرق اور مغرب کے تمام شہروں میں جاتے تھے۔
 توج ایران کا ایک شہر تھا جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا تھا اور یہاں کتان کے کپڑے تیار ہوتے تھے جو یہاں کی مخصوص چیز سمجھے جاتے تھے چنانچہ یا قوت جموی لکھتا ہے کہ یہاں کتان کے کپڑے تیار کئے جاتے ہیں جو یہیں کی سرزمین کی طرف منسوب ہیں اگرچہ جو لوگ اس قسم کے کپڑے تیار کرتے ہیں وہ زیادہ تر کازرون کے باشندے ہیں لیکن اس کپڑے کی نسبت توج کی طرف اس لیے کیجاتی ہے کہ توج کے باشندے اسکی صنعت

میں بہت زیادہ مہارت رکھتے ہیں یہ ایک باریک اور جالی دار کپڑا ہوتا ہے جو پھلنی سے مشابہت رکھتا ہے لیکن اس کا رنگ نہایت عمدہ ہوتا ہے اور اس پر سنہرے بوٹے ہوتے ہیں اس کے ڈیزائن گن کر فروخت ہوتے ہیں۔ اہل خراسان اس کا بڑا شوق رکھتے تھے اور یہ وہاں بہ کثرت جاتا تھا اس کی ایک اور باریک قسم تیار کیجاتی ہے جس کو لوگ استعمال کرتے ہیں۔

جرجان ایک مشہور اسلامی اور تاریخی شہر ہے جہاں ریشم پیدا ہوتا تھا اس لیے قدرتی طور پر وہ ریشمی کپڑوں کا مرکز تھا چنانچہ یا قوت جموی لکھتا ہے کہ یہاں ریشم اور ریشمی کپڑوں کی پیداوار ہوتی ہے جو اور ملکوں میں جاتے ہیں جرجان کا یہ ریشم ایک کپڑے سے پیدا ہوتا ہے جو طبرستان میں جاتا ہے اور طبرستان میں ریشم نہیں پیدا ہوتا۔

قابس افریقہ کا نہایت متمدن اور زرخیز شہر تھا جہاں مختلف بھلون کے ساتھ ریشم بھی بہ کثرت پیدا ہوتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں شہوت کے درخت بہ کثرت تھے اور ان کے ایک درخت سے جس قدر ریشم پیدا ہوتا تھا دوسرے شہروں کے پانچ درختوں سے بھی نہیں پیدا ہو سکتا تھا اس بنا پر یہاں نہایت عمدہ اور نہایت باریک حریر تیار ہوتا تھا جو افریقہ کے اور صوبوں میں مطلقاً نہیں پایا جاتا تھا۔

مریہ اندلس کا اسلامی شہر تھا جو ضلع بیرہ میں واقع تھا اور یہاں نہایت عمدہ دیبا تیار ہوتا تھا جو پہلے قرطبہ میں بنا جاتا تھا پھر اہل مریہ نے اسکی صنعت میں قرطبہ پر تفوق حاصل کر لیا اور اس حیثیت سے اندلس کے اور شہروں سے ممتاز ہو گئے۔

عمان میں چند گاؤں تھے جن کے مجموعے کو زودہ کہتے تھے یہاں ایک قسم کا حریر تیار ہوتا تھا جو عرب کے اور شہروں میں نہیں پایا جاتا تھا بالخصوص اس کے تہ بند غیر معمولی قیمت پر فروخت ہوتے تھے، یا قوت جموی لکھتا ہے کہ میں نے ان کو دیکھا اور پسند کیا، احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کپڑے

کے استعمال کرنے سے منع فرمایا، لیکن اس کی حقیقت میں بڑا اختلاف ہے، بعض لوگوں کے نزدیک قس ایک ٹکے کا نام ہے اور یہ کپڑا اسی کی طرف منسوب ہے، بعضوں کے خیال میں ایک مخصوص ریشمی کپڑے کا نام ہے، جو مصر سے آتا تھا، اور بعضوں کے نزدیک یہ قرطاس منسوب ہے جس کے معنی ریشم کے ہیں، بہر حال یہ ایک ریشمی کپڑا ہوتا تھا جو مشرق ہی میں تیار کیا جاتا تھا،

سوئی کپڑے باب ہزار، حلب کے صوبہ وادی بطنان کا ایک چھوٹا سا شہر تھا جہاں بکثرت گاڑھا (کریاں) تیار ہوتا تھا اور مصر اور دمشق میں جاتا تھا،

باقی اسی بغداد کا ایک گائون تھا جہاں میز سوئی کپڑے بنے جاتے تھے جو بغداد میں نہایت مشہور تھے، عربی بھی بغداد اور کمریت کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر تھا اور یہاں بھی گاڑھا (کریاں) تیار ہوتا تھا جگو تاجر اور تمام ملکوں میں لے جاتے تھے،

لاذق ایک رومی شہر تھا اور یہاں بھی نہایت عمدہ سوئی کپڑے تیار ہوتے تھے، چنانچہ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ اس شہر کے بازار نہایت عمدہ ہیں اور یہاں بے نظیر سوئی کپڑے بنائے جاتے ہیں جن پر سنہرے پیل بوٹے ہوتے ہیں، چونکہ یہاں کی روئی عمدہ ہوتی ہے اور مضبوطی کے ساتھ کاتی جاتی ہے اس لیے یہ کپڑے نہایت پائدار ہوتے ہیں اور مدتوں ٹھہرتے ہیں، یہ کپڑے اسی شہر کی نسبت کے ساتھ مشہور ہیں، اور ان کپڑوں کی کاریگر زیادہ تر رومی عورتیں ہوتی ہیں، اور یہاں بکثرت رومی رہتے ہیں، جو ذمیوں کی حیثیت رکھتے ہیں،

ان کپڑوں کے علاوہ اور مختلف مواقع پر صنعت پارچہ بانی کا ذکر ملتا ہے، لیکن ان کی نوعیت کا پتہ نہیں چلتا، یعنی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ سوئی ہوتے تھے یا ریشمی، مثلاً یا قوت حموی اروستان کے ذکر میں لکھتا ہے کہ یہاں بڑے بڑے گائون آباد ہیں، جہاں نہایت عمدہ کپڑے تیار ہوتے ہیں، اور تمام ملکوں میں جاتے ہیں، تو ان کی نسبت لکھتا ہے کہ یہاں کے کپڑے اور ان کے پیل بوٹے حسن و خوبی میں ضرب المثل ہیں،

مجموعہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸

مجموعہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸

شفا کے متعلق لکھتا ہے کہ مشطوی کپڑے اسی کی طرف منسوب ہیں اور یہاں اور دمیاط میں وہ قیمتی کپڑا تیار ہوتا ہے جس کی قیمت ہزار درہم تک پہنچ جاتی ہے حالانکہ اس میں مندرکام نہیں ہوتا،

ابن بطوطہ ایک چینی شہر کے ذکر میں لکھتا ہے کہ اس شہر میں چند سائبان بنے ہوئے ہیں جن میں کاریگر رہتے ہیں جو عمدہ کپڑے اور آلات حرب بناتے ہیں،

ان تصریحات کے ساتھ مشرقی مالک میں صنعتی گرم بازاری کا اندازہ کاریگروں کی کثرت سے بھی ہو سکتا ہے اور اس کے متعلق بھی کتابوں میں بکثرت معلومات ملتی ہیں، مثلاً یا قوت حموی اصہبان کے ایک

گائون کی نسبت لکھتا ہے کہ یہاں کے باشندے زیادہ تر جو لاپے ہیں، ابن فقیر ایک موقع پر خراسان کے متعلق لکھتا ہے کہ صنعتی خوبی کے لحاظ سے وہ گویا چینی شہروں کا ایک نمونہ معلوم ہوتا ہے، یہاں کے لوگ تجارتی زندگی بسر کرتے ہیں، ہم کے ذکر میں یا قوت حموی لکھتا ہے کہ کرمان کا نہایت عمدہ شہر ہے اور یہاں کے لوگ خاص طور پر صنعتی

فہارت رکھتے ہیں جو زیادہ تر جو لاپے ہیں اور یہاں کے کپڑے تمام شہروں میں مشہور ہیں،

دمیاط کے ذکر میں لکھتا ہے کہ وہ اسلام کا ایک فوجی مرکز ہے اور عمدہ شربٹ کے کپڑے کی صنعت میں مشہور

ہے اور دمیاط اور تنیس کی یہ ایک عجیب خصوصیت ہے کہ جو جو لاپے ان قیمتی کپڑوں کو بناتے ہیں وہ قبطی ہوتے

ہیں جو بہت ترین طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، نہایت ذلیل کھانا کھاتے ہیں، اور کھانے کے بعد ہاتھ تک نہیں دھوتے

پھر اسی حالت میں یہ قیمتی کپڑے بناتے ہیں، اور جب ایک خریدار ان کو الٹ پلٹ کر دیکھتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود سے

بسائے گئے ہیں، یہ بھی یہاں ایک عجیب بات ہے کہ یہاں دریا کے کنارے چند مکانات ہیں جو کارخانے کے نام سے موسوم ہیں

جو لاپے ان کپڑوں کے بننے کے لیے ان کو کراہ پر لے لیتے ہیں، اور وہیں یہ کپڑے عمدہ بننے ہیں، اگر کسی دوسری جگہ بنے

جائیں یہاں تک کہ اگر ان میں صرف ایک بانٹ کی کسر رکھی جائے جو ان کا خانوں میں لا کر پوری کر لیا اور دلال کو

۱۵ مجموعہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲

۱۵ مجموعہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲

ایک کیاب اردو مخطوط

قصہ حضرت تمیم انصاریؓ

(کتاب خانہ کلبیہ جامعہ عثمانیہ میں)



از

مولوی عبد القادر صاحب سرحدی، ایم اے، ال ال بی، اسٹنٹ پرفیسر اردو جامعہ عثمانیہ کتب خانہ کلبیہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے اردو مخطوطوں کی تفصیلی فہرست (Discography) کی ترتیب کے دوران میں قدیم و کئی اردو کے بعض کیاب مخطوطے بھی مجھے دستیاب ہوئے جو کتب خانہ میں داخل کیے گئے۔ ان میں سے تینوں کا قصہ حضرت تمیم انصاریؓ ہے۔ مولوی عبد الحق صاحب بی اے معتمد انجمن ترقی اردو کو اس مخطوطے کی کیفیت لکھنے پر موصوف نے مطلع فرمایا کہ آپ کے پاس بھی اس کا ایک غیر مکمل مخطوطہ موجود ہے۔ ان دو کے سوا کسی اور نسخے کا علم نہیں ہے بحالت موجودہ کتب خانہ کلبیہ جامعہ عثمانیہ کا نسخہ ہی مکمل معلوم ہوتا ہے اور اس کی قیمت ہے،

حیدر آباد میں باوجود قدیم ترین کتب خانوں کے خود کئی کتابوں کی ریسرچ کا مواد اسامی کتب (REFERENCE WORKS) وغیرہ جیسی کہ ضرورت ہے نہیں مل سکتے۔ تاہم کیاب مخطوطوں کے متعلق مکتبہ سعی سے جس قدر معلومات فراہم ہو سکتی ہیں ان سے ایک

اس مضمون کے لکھے جانے کے بعد ہم نے صنعتی کے قصے کا ایک اور نسخہ نوب عنایت جنگ بہادر مددگار لکھنؤ صفا (حیدر آباد دکن) کے کتب خانہ میں دیکھا یہ نسخہ بھی مکمل اور نفیس ہے۔

معلوم ہو جائے تو وہ اس کی قیمت کم کر دیتا ہے کیونکہ اس سے کپڑے کی نوعیت میں فرق آجاتا ہے۔

دھیان میں ہر قسم کا نصب لٹنی اور شرب تیار ہوتا ہے لیکن تیس ان کی صنعت میں دھیان کا مقابلہ نہیں کر سکتا حالانکہ اس کے درمیان صرف دو پہر کا راستہ ہے۔ دھیان میں سفید کپڑے کی قیمت تین سو دینار تک پہنچ جاتی ہے حالانکہ اس میں مونا نہیں ہوتا۔ دھیان میں رنگین کپڑے اور تیس میں سفید کپڑے نہیں بنایا جاتا۔ بعض معتبر جردن کا بیان ہے کہ سترہ سو دینار دھیان میں دھیان میں تین ہزار دینار میں فروخت کئے گئے۔ اور ایسا کسی اور شہر میں نہیں سنا گیا۔ یہاں ہر قسم کے بوٹے دار اور منقش فرش قلعہ فی اور تو یہ بنائے جاتے ہیں جو دنیا کے تمام بادشاہوں کی خدمت میں ہدیہ پیش ہونے میں۔

سیران کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ایک مضبوط قلعہ اور محمد بن مسافر کے قبضہ میں ہے۔ وہ جب کوئی عمدہ تجارتی یا کوئی عمدہ صنعت دیکھتا ہے تو اس کے بنانے والے کا نام پوچھتا ہے۔ اور جب اس کو اس کی جائے سکونت معلوم ہو جاتا ہے تو اس کے پاس اس قدر مال بھیجتا ہے جو اس کے لیے موجب ترغیب ہو سکتا ہے اور اس کے پاس آنے کے بعد اس سے بہت زیادہ مال کا وعدہ کرتا ہے۔ پھر جب وہ اس کے پاس آجاتا ہے تو قلعہ سے نکلنے نہیں دیتا وہ اپنی رعایا کے بچوں کو بھی صنعتی کاروبار میں لگاتا ہے۔

سوسر کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے اکثر باشندے جو لاہ میں جو سوئی کپڑے بناتے ہیں اور یہ کپڑے اگر دوسرے شہروں میں بنے ہیں تو وہ ان کے مشابہ ہوتے ہیں خود سوسر میں اس کپڑے کی قیمت دس دینار ہوتی ہے۔ دوسرے موقع پر لکھا ہے کہ سوسر میں جو لاہوں کا پیشہ بہ کثرت رائج ہے اور یہاں ایک قسم کا سوت کا تاجا بنا ہے جس کے ایک مثال کی قیمت سوت کے دو مثال کے برابر ہوتی ہے۔ مثالان کی نسبت لکھا ہے کہ اس کے اکثر باشندے جو لاہ میں ہیں۔

الجماعی الاسلامیہ

از مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مژدوی، رئیس اعزازی دارالمصنفین

جس میں اسلامی جہاد کی حقیقت اور اسلام کے قوانین جنگ و صلح، معترضین کے جوابات اور شلوک و شہادت کا اذکار، شہادت کا قانون کا دوسرے مذاہب اور دوسری قوموں کے قوانین جنگ سے مقابلہ و موازنہ اور موجودہ یورپین قوانین جنگ و صلح، اور ان پر اسلامی قانون کی برتری، لکھا جانی چھپائی عمدہ کاغذ اعلیٰ صنعت قیمت صر ۲۰ پیسہ

مضمون باقر آگاہ: پر لکھا گیا تھا جو رسالہ اردو (راورنگ آباد دکن) بابتہ اپریل ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا۔ دوسرا مخطوطہ ہے جو شاید اب تک گوشہ نگاہی میں پڑا ہوا تھا،

(عبدالغفار سرداری)

قصہ حضرت تمیم انصاری تقریباً تین سو سال پیش لکھا گیا تھا، اس کا مصنف بیجا پور کے دربار کا ایک شاعر صنعتی ہے، یہ تصنیف غالباً اردو و مستظوم قصہ نویسی کی تاریخ میں ابتدائی مرحلہ ہے، ادبیات کے متعلق لکھا گیا ہے کہ وہ اپنی پیشانی ماحول اور زمانہ کے رجحانات کا عکس عیاں کر کے متعلق اس امر میں کچھ شبہ نہیں کہ زبان سلاطین و ہندوؤں کے ہمیں مل جول لکھا، دوسرا پیرل اور ریل اور بڑی حد تک انکی بائیں مفا اور انس و گنگا گت کا نتیجہ ہے، مسلمانوں کے ہندوستان میں مستقل طور پر آنے سے پہلے اور اس کے فوراً بعد ہی سے انھوں نے ہندو مسک کے حق میں انصاف کرنے کی خاطر اس کو سمجھنے کی طرح طرح سے کوشش کی، عباسی خلفاء کے عہد ہی سے مسلمان ہندی تہذیب سے اپنے سیلج اور مصنفین وغیرہ کے ذریعہ روشناس ہو چکے تھے، لیکن ہندوستان کو اپنا وطن قرار دینے کے بعد یہ چیز اور بھی نمایاں ہو گئی ایسی وجہ ہے کہ فارسی زبان جو اسلامی عہد حکومت ہند کی قدیم ترین زبان ہے، میں بہت سی تصنیفات ہندو مسک سے متعلق ملتی ہیں،

ایک طرف تو وہ خود اس ملک کو زیادہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے، دوسری طرف انھوں نے ہندوؤں کو صحیح اور صحت بخش اصول پر اپنے آپ سے مانوس بنانے کی خاطر اپنے مشرب اور مذہب کو بھی ان پر واضح کرنے کی طرح طرح سے کوششیں کیں اس تاریخی حقیقت کو نظر میں رکھتے ہوئے اس اتفاق پر زیادہ استعجاب نہیں ہوتا کہ اردو کے ابتدائی ادب کے پیدا کرنے والوں میں اکثر ہندی پیشواؤں کے اسماء گرامی دیکھنے میں آتے ہیں، اس سے ابتدائی ادب کے خاص خاص رجحانات کا پتہ چلا سکتا ہے،

لے ہا اشارہ ہے ایسرونی وغیرہ کی طرف جنھوں نے خلفائے عباسیہ کے عہد میں ہندوستان کا سفر کیا اور یہاں کے حالات کا مطالعہ کیا،

ہو جاتی ہے، چنانچہ اس دور کے کارنامے فطری طور پر تاثر مذہبی تحریروں پر شکل میں کوئی دور جو اردو ادب کی پیدائش کا اولین دور ہے اس کے تین سو سال کے اندر (۱۸۰۰-۱۱۰۰) جس قدر وسیع ادب پیدا ہوا اس کا بیشتر موضوع مذہب ہے، اسکی تفصیل یہاں بے موقع ہے، صرف ہم اس قصہ کی موضوعی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے لیے ان ابتدائی امور کی طرف توجہ منتقل کرانی ضرور سمجھتے تھے،

قصہ گوئی اور قصہ نگاری ہر قوم کی تمدنی ابتدا کا ایک دھبہ واقعہ ہے اس کی سنجیدہ اور فنی اہمیت سے قطع نظر کم سے کم دل بہلانے کے لیے اس کی ضرورت ہر جگہ اور ہر وقت مسلم ہے، لیکن قدیم ترین اور دو مصنفین جنھیں سے اکثر کسی حال میں بھی مذہبی پیشوا نہیں تھے، اور جو زیادہ مذہبیات پر قلم اٹھانا نہیں چاہتے تھے وہ بھی مذہب کے گہرے اثرات سے خالی نہیں تھے، چنانچہ قصہ نگاری جسے بظاہر مذہبیات سے کسی قسم کا تعلق نہیں نظر آتا وہ بھی مذہب کے سہارے ہی چلنا چاہتی تھی، اس وقت کے عام رجحانات کی طرح قصہ نگاروں کا بھی ایک رجحان تھا چنانچہ مختلف قدیم قصوں مثلاً زلیخاے ثانی (مصنفہ فتح) قصہ ملکہ مصر (مصنفہ عاجز) وغیرہ کی طرح قصہ تمیم انصاری بھی اسی قسم کے میلان طبع کا ایک نمونہ ہے،

صنعتی جس کا علمی دنیا کو کم سے کم حال معلوم ہوا ہے دکن کے غالباً شہر بیجا پور یا اس کے نواح میں اس زمانہ میں پیدا ہوا، جبکہ شمالی ہند میں خوش حالی کا دورہ اکبر اعظم کی علمی ترقیوں سے مستفید ہو چکا تھا، ادب اس کا سلسلہ شاہجہان کی یادگار حکومت میں اپنی منہا تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا، فارسی زبان اور ہندی فارسی شاعری کے چرچے دربار کے اندر اور باہر خوب ہو رہے تھے، اردو شاعری کی تصنیف و تالیف کا تو یہاں کوئی ذکر نہیں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ دو آئے ہیں اور اس کے اطراف یہ زبان فارسی کے ساتھ بن رہی تھی،

صنعتی کا ذکر تذکروں میں نایاب ہے خوش قسمتی سے خود اس نے تمہید میں چند ایسے واقعات بیان کئے ہیں جن سے اس کے متعلق توہین گراس کے ماحول کے مطابق کافی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں

اس نے سلاطین عادل شاہی کے غالباً دو سلسلے دیکھے چنانچہ وہ اپنی اس تصنیف کے اندر محمد شاہ بادشاہ کی تعریف کرتا ہے،

کہ ہے جگہ او سائے کردگار
چنبا ہے یو پو چھا کون پروردگار
محمد شاہ دادگر دین پناہ
کہ ہر دم محمد ہے دستگاہ

بیان محمد شاہ سے خیال دکن کے ان تمام حکمرانوں کی طرت جاسکتا ہے جن کے نام یا نام کا جز محمد شاہ ہو چنانچہ سلاطین بہمنیہ میں اسی نام کے تین بادشاہ گذرے ہیں، محمد شاہ بن بہمن شاہ (۵۹۹ء) محمد شاہ ثانی (۶۰۰-۶۹۹ء) محمد شاہ ثالث جس کا پورا نام شمس الدین محمد شاہ تھا (۸۶۴-۸۸۷ء) لیکن ان میں سے آخری بادشاہ کے زمانے سے بھی صنعتی کا زمانہ مطابقت نہیں کرتا، یہ قصہ اس نے جس سنہ میں لکھا اس کو اور شمس الدین محمد ثالث کے زمانے کو ایک سو اڑسٹھ (۱۶۸) سال ہوتے ہیں اگر اس قصہ کے لکھنے کے وقت صنعتی کی عمر کم سے کم بیس سال کی بھی سمجھی جائے تو اس حساب سے اس کے قصے کے لکھنے کے وقت اس کی عمر (۱۸۸) سال کی ہوگی، جو ناممکن ہے اس لیے یہ یقین ہے کہ بہمنی سلسلے کے اس نام کے بادشاہوں میں سے کسی کے عہد میں صنعتی موجود نہیں ہو سکتا، اسی طرح سلاطین قلع شاہیہ میں محمد قلی قلع شاہ (۹۸۸-۱۰۳۰) اور محمد قلع شاہ (۱۰۲۰-۱۰۳۵) جس کے متعلق صنعتی کے معاصر ہونے کا شبہ ہو سکتا تھا، کوئی بھی اس قصے کے لکھنے کے وقت زندہ نہیں رہ سکتا،

صنعتی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ محمد شاہ ابراہیم شاہ کے بعد تخت نشین ہوا، اس سے ہمارے قیاس کو مزید تقویت ہوتی ہے، کیونکہ محمد عادل شاہ سے بالکل پہلے ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸-۱۰۳۷) تخت نشین تھا صنعتی کے شریں محمد شاہ کے نام کے ساتھ دادگر کی صفت یقیناً اس کے عادل شاہی لقب کی طرف اشارہ ہے،

یہ محمد شاہ دکن کا حکمران تھا جس کو صنعتی ہی نے اپنے ایک شعر میں صاف کر دیا ہے، بیجا پور کے

بادشاہوں کو شاعروں اور مورخوں نے عموماً شاہ دکن یا بادشاہ دکن ہی لکھا ہے،

دکن کا توں ہے خسرو نامدار
جسے تاجداران دے تے باجدار

فرشتہ نے اپنی مشہور تاریخ فرشتہ ابراہیم عادل شاہ ثانی ہی کے زمانے میں لکھی، غالباً ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں صنعتی کم عمر تھا، ورنہ وہ خصوصاً اس مقام پر جہان اس نے ابراہیم کے فرزند عطار کی پیدائش کے جشن کا حال لکھا ہے اور صنعتی شاعروں کے نام بھی لے لیے ہیں ضرور صنعتی کا ذکر کرتا، "بساتین السلاطین" (تاریخ بیجا پور) کے مصنف نے محمد عادل شاہ کے بیان میں ایک سرنخی "در بیان بعضے شاعر کہ در آن زمان بودند" قائم کی ہے، اس میں وہ سب سے پہلے ایک شاعر کا ذکر کرتا ہے جس کا نام وہ ابراہیم خان صبیعی بتلاتا ہے، صبیعی کسی شاعر کا تخلص نہیں سنا، بہت ممکن ہے کہ یہ صنعتی ہی ہو اور کاتب کی غلطی نے اس کو صبیعی کر دیا ہو (افسوس ہے کہ ہم کو بساتین کا ایک بے مد غلط نسخہ ملا جو بیان کے تمام کتب خانوں میں مل سکتا ہے) صبیعی اور صنعتی میں لفظی مماثلت ظاہر ہے کہ کس حد تک ہے، اس لیے یہ غیر قرین قیاس نہیں کہ ابراہیم خان کا تخلص صنعتی ہو،

ملا ابراہیم کا ذکر مصنف بساتین السلاطین نے بڑی وقعت سے کیا ہے، ظہوری کے حوالے سے لکھتا ہے کہ محمد شاہ نے ظہوری سے مشاہیر دکن پر کتاب لکھنے کی فرمائش کی،

"تمام احوالات بادشاہان راکہ در تاریخ مسطور بود و احوال سعادت مال و فتوحات برکات آیات

بادشاہ حجاز سلطان خاقان ابن خاقان سلطان محمد ادا م احمد جلال علی مفارق البریات، انچہ

خود مشاہدہ نموده، و انچہ از ثقات صادق القول سموع داشتہ بر صفحہ ایام فحستہ فرجام نگاشتہ،

اول کسیکہ از مجلسیان حضور بہ تحقیق این مقدمہ برداخت ابراہیم خان صبیعی است کہ مجبوراً

علم عقلی فراہم آوردہ نقل مقالات او بہت و مقدمات جمیع علوم در اشارہ معلوم نمودن یک

محمد شہ داد گر دین پناہ
کہ ہر دم محمد جے دستگاہ
برایم کے بعد از ہونا مدار
جلت میں محمد شہ کا مگار
دکن کا توں ہی خسرو تاجدار
جی تاجداران دنی با جدار
رہی حکم علی تجھ ہوئے عجم
شہاں تجھ سورج کن ستاریاں تکم
کرین ملک گیری اتی یون شتاب
کہ جون پل میں بیوی ملک آفتاب
دلائی نگر میں شعی تجھ سہا شے
پر م کی نگر میں بھری تجھ دہائی
دن کا چن جب تی پایا جمال
نہ دیکھیا ہی تجھ سار کا نوہال
دن میں ہی بلکہ دن روپ تو
مدن مست ہے تجھ دن شوق سون
اسی جن کے ملک کا شاہ توں
عدالت کی اکاشش کا ماہ توں
اگر ابر بر سائے باران تر
برستہ ہو تجھ ابر احسان جیون
دعائیہ کے بعد ساقی نامہ پر اس مدحت کا خاتمہ ہوتا ہے،

سدا عیش و عشرتوں یون را جگر
دپا دان سون دل کو معراج کر
ایسا ساقی اوجام لیا ز رنگار
سدا شہ کی اچھ لطف سون کا مگار
بھرا اس دور احصاں خورشید کا
جو بیری جان جسام جمشید کا
ساقی نامہ لکھنے کا رواج صنعتی کے زمانہ میں شروع ہو چکا تھا، ساقی نامے در حقیقت قدیم طویل
نظموں میں بڑے لطف اور نزاکتوں کے ادبی پارے ہوتے تھے جن سے شاعر تھکے ہوئے ناظرین
کی توفیح کرتا، اس کا رواج سب سے پہلے فارسی میں ہوا، جہاں کی فضا اس کے لیے موزون تھی،
پھر عربی (مثلاً اس قدیم اور کچھ کچھ کچھ پاس لکھنا روئے سے کم نہ وہ شہ موزون پر لکھنا شہ، مثلاً سے
اللہ جیسا اللہ آسان اللہ لا اللہ ہی،

یقیناً اس موقع کی ادبی صورت میں پیش کشی ہے جب قصے یا نظم کی یکسانیت سامعین کی طبیعتوں میں
جمود پیدا کرنے کو ہوا، اور شاعر یا قصہ خوان اُن کو اُکسانے کی کوشش کرے،
لیکن صنعتی کے ساقی ناموں میں اور دوسرے شاعروں کے ساقی ناموں میں ایک فرق ہے اور
وہ یہ ہے کہ دوسرے شاعر کسی بیان کے شروع کرنے سے پہلے ساقی نامہ لکھتے ہیں اور صنعتی ختم ہونے والی
فصل کے آخر میں آنے والے واقعات سے متعلق ساقی نامہ لکھتا ہے، چنانچہ اوپر کے مدھی اشعار سے اُسکا
پتہ چل گیا ہوگا،

مدح سے شاعر اپنے اصلی موضوع کی طرف گویا گریز کرتا ہے لیکن اصل مطلب کے آغاز کرنے
سے پہلے وہ سبب تالیف کتاب، سبب تصنیف، وغیرہ پر کچھ روشنی ڈالتا ہے، وہ بیان کرتا ہے، ایک
رات میں سوچ رہا تھا، خیالات، فوج در فوج دماغ میں گھوم رہے تھے، آخر کار یہ خیال آیا کہ اس جگہ میں
حیات دائم کس کو نصیب ہے؟ لیکن اسکی ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ نام نیک باقی رہتا ہے، ایسا جیسا کس
کام کا جس کی یاد گاہی نہ باقی رہے، بقائے نام بڑی چیز ہے، اس کا وسیلہ نیک نام حقیقی اولاد نہیں
بلکہ معنوی ہے،

جو بولے ہیں یون عارفانِ سلف
کہ ہے شر بہتر سو بہتر خلف
کہا طبع سون دل تے یو بات میں
کہوں کون قصہ سو کس دعات میں
غرض غور کرتے کرتے خیال میں یہ آیا کہ یہ زلف اور نگال کے لعل کا قصہ بیان کرنے سے بہتر
یہ ہے کہ کوئی کام کی بات بیان کی جائے، چنانچہ اسی لیے حضرت تیمم انصاریؒ کا یہ قصہ لکھنے پر آمادہ ہو گیا،
حالات جو اول تیمم انصاریؒ اوپر
کھریا کیون یہ قصہ عجیب سخت تر
سو کس کس بلایا نہیں سپری الٹو
بھی کس دعات آپس کھریا کیون سپری الٹو

لے حالت طرح لے بلاؤں میں لے گرتا رہوے لے وہ لے یعنی اور لے حالت لے اپنے لے پکڑے،

جمہوریہ ایران

(۵)

محمد
سلطان عبدالعزیز آل سعود

از

مولوی شاہ معین الدین صاحب ندوی رشتیق دار المصنفین

مجموعہ حکومت نجد عرب کی موجودہ حکومتوں میں سب سے زیادہ طاقت ور اور پر شوکت ہے سلطان عبدالعزیز
یہاں کے حکمران ہیں اس کے حدود دار البعث بہت پچیدہ ہیں، مختصر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا مجموعی رقبہ
۵ لاکھ مربع میل ہے عرب کی کسی حکومت کا رقبہ اتنا وسیع نہیں ہے اس طول و عرض میں ۲۰ لاکھ نفوس
آباد ہیں مذہب کے اعتبار سے یہ آبادی شیعہ، حنبلی، (دہلوی) اور بعض دوسرے اہل سنت پر مشتمل ہے
مشہور مقامات میں ریاض، بربیدہ، غلیزہ، حائل، ثمودہ، شقراء، مجعہ، حرملہ، مہوف، قطیف اور مشہور
قبائل میں مسطیر، حرب، عقیبہ، بیع، دواسر، بجمان، عوازم، سہول، بنو مرہ، فطان ہیں اب چند برسوں سے
حکومت حجاز بھی نجد میں شامل ہو گئی ہے اس لیے آبادی میں ۲ لاکھ نفوس اور رقبہ میں ۵۰ ہزار مربع میل
کا اور اضافہ ہو گیا ہے اور حجاز کی سیادت کی وجہ سے اس کو مرکزی حکومت کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے،
حکومت نجد کی تاریخ | نجدی حکومت کی تاریخ اٹھارہویں صدی کے اوّل سے شروع ہوتی ہے تھیں
محمد بن عبدالوہاب نجدی نے عرب میں احیائے سنت کی دعوت شروع کی، اور سنیہ میں مقام درعیہ کے شیخ
محمد بن سعود (موجودہ حکمران نجد کے مورث اعلیٰ) اس دعوت میں شریک ہوئے اور ۱۱۶۶ھ میں

ہو جب یوالمام حج آشکار
یہی پاک قصہ کیا اختصار
لیکن پہلے خیال تھا کہ اس قصہ کو فارسی زبان میں لکھا جائے، چنانچہ لکھتے ہیں،
اسی فارسی بولسا شوق تھا
دلی بی عزیزان کو یوں ذوق تھا
کہ دکنی زبان سون اسی بولسا
جو سیپی تی موتی نمک رسا
جی فارسی کا نہ کچھ گپاں ہے
سود کنی زبان ان کون آسان ہے
کیا دوستی دکنی میں آسان کر
جو ظاہر دسیں اس میں کی کی ہنر
اس کے بعد قصہ اور اس کے اخلاقی درس کی اہمیت کی بحث کرتے ہیں اور خود قصہ کے
متعلق بیان کرتے ہیں کہ

اتھا گرچہ قصہ میں اس اختلاف
صحیح کر کو بولیاں میں بی خلاف
دیا اس رسالہ کو میں سعی کر
سو ترتیب بار اقامت پر
ہزار ایک ہر سال پنجاہ و پنج
ہوئی تب ہو ابر جو اہر یو گنج
ان ابتدائی امور پر کافی طور سے لکھنے کے بعد وہ اصل مطلب کی طرف گریز کرتے ہیں،
اور قصہ کا آغاز ایک ساتی نامہ سے کرتے ہیں،
ایسا ساتی لیا جام اوزر نگار
جو تانا جری طبع کی سر نگار
پلا بھر کو ہر دور اوصاف جام
جو کئی ایک جمشید اسکے غلام

لے قابیہ منجی کی کوئی رشتہ دار عدوت ہے، لے مثل لے علم لے اس کو حد دکھائی دین، لے
کئی کئی شہ صبح

اطراف و جوانب کے قبائل سے جنگ چھڑ گئی اسوقت سے برابر انکا اثر بڑھتا گیا اور شرفاء مکہ نے انکو حج سے روک دیا ۱۶۵ھ میں اپنا کام ناقص چھوڑ کر محمد بن سعود انتقال کر گئے انکے بعد انکے بیٹے عبدالعزیز بن محمد بن سعود انکے جانشین ہوئے اور ۱۶۹ھ میں انھوں نے احسا اور قطیف پر قبضہ کر کے خلیج فارس کے ساحل پر اقتدار قائم کر لیا ترکوں نے ان کے نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے اور بالآخر ۱۷۲ھ میں پاشا بغداد نے عارضی صلح کر لی اور ۱۷۹ھ میں خربہ کے نام سے ان کے بڑے بیٹے سیلاب کی روک سے مجبور ہو کر عبدالعزیز کو حج کی اجازت دیدی اور انھوں نے شریف کے زیر اثر علاقہ میں تاخت و تاراج نہ کرنے کا اقرار کیا، لیکن یہ تعلقات زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکے، شیخ خزعل نے ایک دہائی قافلہ پر حملہ کر دیا اس کے انتقام میں سلطان عبدالعزیز نے ۱۸۱۳ھ میں کربلا پر قبضہ کر کے مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کی اور یہاں کے باشندوں کو تہ تیغ کیا ۱۸۱۳ھ میں پھر شریف مکہ سے جنگ ہوئی اس مرتبہ سلطان عبدالعزیز طائف پر قابض ہو گئے اور اسی سال انھوں نے تاحنا حج کیا لیکن ان کی واپسی کے بعد پھر شریف غالب نے دہائی فوجوں کو نکال دیا، البتہ کچھ مزید مراعات منظور کیں اسی زمانہ میں وہابیوں نے خلیج فارس پر اقتدار جاتے جاتے بحرین پر قبضہ کر لیا اور ۱۸۱۳ھ میں عبدالعزیز کے بعد سعود بن عبدالعزیز ان کے جانشین ہوئے انھوں نے ۱۸۱۵ھ میں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ پر قبضہ کر کے شریف غالب سے اطاعت قبول کر لی اور خطبہ سے غالب کا نام نکال دیا گیا اور ترکی حجاج کا قافلہ روک دیا گیا نیز خلیفہ سے اپنی دعوت کے قبول کرنے کا مطالبہ کیا اور ان کے انکار پر ۱۸۱۵ھ میں حوران لوٹ لیا اور خلیج فارس پر تاخت و تاراج شروع کر دی اسی زمانہ میں انگریزوں نے اس کی حفاظت کے لیے ایک جنگی بیڑا روانہ کیا اس نے اس الجیمہ پر قبضہ کر کے سعودی بیڑے کو برباد کر دیا اسی زمانہ میں سلطان محمد علی پاشا خدیو مصر نے وہابیوں کے مقابلہ میں فوجیں روانہ کیں چنانچہ طوسون پاشا نے ۱۸۱۵ھ میں بینع البحر اور بینع البرقع کیا اور ۱۸۱۶ھ اور ۱۸۱۷ھ میں مدینہ اور مکہ پر ان کا قبضہ ہو گیا ۱۸۱۶ھ میں محمد علی پاشا خود مدینہ آئے لیکن سعود

سے صلح نہ ہو سکی ۱۸۱۶ھ کے آخر میں طوسون پاشا نے تربہ پر دوسرا حملہ کیا لیکن اس میں ناکام رہا اس کے نتیجے میں انکی جنگی کارروائی ختم ہو گئی اور ۱۸۱۷ھ میں سعود کا انتقال ہو گیا ان کے بعد ان کے بیٹے عبدالعزیز بن سعود جانشین ہوئے ان کی جانشینی کے بعد پھر محمد علی پاشا نے جنگی کارروائی کا آغاز کر دیا اور ۱۸۱۸ھ میں تربہ پر قبضہ کر کے عسیر کی طرف بڑھے اور قنفذہ ہوتے ہوئے مکہ آئے اسی سال مارچ میں طوسون پاشا نجد میں داخل ہو گئے اور اس قبضہ کر لیا یہاں ان سے اور عبداللہ بن سعود سے عارضی صلح ہو گئی ۱۸۱۸ھ میں پھر برہم پاشا بن محمد علی پاشا نے مصری فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی اور ایک سال مسلسل خونریز جنگ کے بعد درعیہ پہنچ گئے اور ۱۸۱۸ھ میں نجد کے دار السلطنت پر قبضہ کر کے سلطان عبداللہ اور محمد بن عبدالوہاب کے خاندان کو گرفتار کر کے قاہرہ بھیج دیا ۱۸۱۹ھ میں طوسون پاشا نجد سے واپس ہوئے ان کی واپسی کے تھوڑے ہی دنوں بعد سلطان عبداللہ کے بھائی مشاری نے پھر درعیہ میں حکومت قائم کر لی لیکن حسین نے بہت جلد اس حکومت کا خاتمہ کر کے اس کو گرفتار کر لیا مصری حملوں کے زمانہ میں عبداللہ بن محمد کا لڑکا ترکی سردر بھاگ گیا تھا مشاری کے بعد اس نے ریاض میں خود مختاری کی کوشش کی لیکن مصریوں نے اسکو یہاں سے نکال دیا ۱۸۲۰ھ میں پھر انھوں نے ریاض کے مصری دستہ پر خود کر کے اسکو متحیر کر دیا اور محمد علی پاشا کو سالانہ رقم دیکر ان کو رہائی کر لیا اور ۱۸۲۰ھ میں احسا جس پر ترک قابض تھے فتح کر کے بحرین پر پھر تسلط چاہا اس وقت سے نجدی حکومت کا دار السلطنت درعیہ سے ریاض منتقل ہو گیا ۱۸۲۵ھ میں ترکی بن عبداللہ کا خاتمہ مشاری بن عبدالرحمن کے ہاتھوں ہوا ابھی اسکو حکومت ملے چالیس دن ہوئے تھے کہ بغاوت میں فیصل بن ترکی کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور فیصل تخت حکومت پر بیٹھا نجدی سلسلہ کے تیسرے فرمانروا سعود کے بیٹے خالد نے مصری فوج کی مدد سے فیصل کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ریاض میں فیصل کو شکست دی مصری فوج کے سپہ سالار خورشید پاشا نے ۱۸۲۵ھ میں الدیم میں اسکو دوسری مرتبہ شکست دے کر گرفتار کر کے مصر بھیج دیا اور خالد بن سعود نجد کا فرمانروا ہوا لیکن مصری فوج کی واپسی کے بعد ۱۸۲۵ھ میں عبداللہ بن شہنشاہ آل سعود ان کو ریاض سے نکال کے خود بادشاہ بن بیٹھا ابھی ایک سال بھی نہ گزر تھا کہ اس سلسلہ

کے آٹھویں فرما فیصل نے (جواب رہا ہو چکا تھا) اٹھو گرفتار کر کے قید کر دیا، فیصل بن ترکی ایک مرتبہ تجربہ بٹھا چکا تھا اس لیے نہایت ہوشیاری کے ساتھ اس نے دوبارہ نجد میں اپنی حکومت جمائی اور ۱۸۶۵ء میں انتقال کر گیا اس کے بعد اس کا لڑکا عبداللہ بن فیصل بن ترکی حکمران ہوا اس کی تخت نشینی کے ۶ سال بعد ۱۸۷۱ء میں اس کے بھائی سعود بن فیصل نے اس کو تخت سے اتار دیا، سعود بن فیصل کے زمانہ میں ترکوں نے احسا اور قطیف پر قبضہ کر لیا اس کی موت کے بعد ۱۸۷۸ء میں پھر عبداللہ نے تخت حاصل کر لیا اور ۱۸۸۰ء تک قابض رہا اسی سن میں اسکو محمد بن رشید حائل سے جنگ کرنا پڑی یہ جنگ میں مشغول تھا کہ سعود کے بیٹوں نے حکومت پر قبضہ کر کے اسکو جلا وطن کر دیا اور محمد بن سعود حکمران ہوا اس کے چند ہی دن بعد محمد بن سعود کا چچا عبدالرحمن بن فیصل تخت نشین ہوا ایک سال کے بعد محمد بن رشید نے اس کو تخت سے اتار دیا اور عبداللہ بن فیصل کو بٹھایا، یہ اسکی حکومت کا تسلسلہ موقع تھا اور سال بعد ۱۸۸۱ء میں اس کا انتقال ہو گیا اس کے انتقال کے بعد محمد بن رشید نے محمد بن فیصل کو بٹھایا یہ سلسلہ رشید کے ماتحت تھا احمد کی وفات کے بعد ریاض میں رشید کے عمال حکمران رہے،

موجودہ حکمران اسی سلسلہ کے بیدار مغز فرمانروا عبدالعزیز بن احمد بن فیصل نے اپنی کوششوں سے اپنے آبا و اجداد کی مٹی ہوئی حکومت از سر نو قائم کی ریاض پر محمد بن رشید والی حائل کا قبضہ تھا اور یہ جبکو چاہتے تھے حکمران بناتے تھے ہر سال میں موجودہ سلطان نے کویت کے شیخ کی مدد سے ریاض کو واپس لیا، اور مدقون ان کے حملوں کا کامیاب مقابلہ کرتے رہے، ابن رشید نے ترکوں سے بھی مدد لی لیکن حائل میں خود بددعا بنی پھیل گئی تھی اس لیے کچھ ذکر سکے اور ریاض میں آزاد نجدی حکومت قائم ہو گئی اب رشید خود ان کے دست نگرین اور ان کی جملہ ضروریات سلطان عبدالعزیز پوری کرتے ہیں سلطان عبدالعزیز آل سعود نہایت بیدار مغز اور روشن خیال حکمران ہیں، ذہانت، لطافت اور زبان آوری فطرتاً موجود ہے، علوم سے بھی ان کو دافر حصہ ملا ہے، خصوصاً موجودہ پالیٹکس میں ان کے معلومات نہایت وسیع ہیں ہر مسئلہ کے متعلق ذاتی اور مناسب رائے رکھتے ہیں، یورپ کو انھوں نے خوب سمجھا ہے اور اس کی ہر ادراک پر ان کی نظر بہت فائز رہتی ہے اس کے

مطلق ان کی یہ رائے نہایت دلچسپ ہے کہ یورپ اس اپنی پھاٹک کے مثل ہے جس کے اندر کچھ نہیں ہے۔ یہ بیرونی طاقتوں سے مطلقاً خوں نہیں کھاتے اور ان کے نمایندوں کے سامنے نہایت بے باکی سے اپنے خیالات اظہار کرتے ہیں گو وہ نجد ہی ہیں، لیکن ان کی ذات میں کوئی تعصب نہیں ان کو شیون کا سبب بڑا دشمن کہا جاتا ہے لیکن غالباً لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اٹھارہ سو ۲۰ ہزار شیعہ ان کے زیر حکومت نہایت آزادی سے زندگی بسر کرتے ہیں، البتہ مرام میں افراط و تفریط کی اجازت نہیں ہے، شیعہ تو مسلمان ہیں، غیر مسلموں کے ساتھ ان کو تعصب نہیں چنانچہ انگریزوں کے ساتھ بلا تکلف کانٹے چھری سے کھاتے ہیں۔

انگریزوں سے تعلق | حجاز مقدس کی حکمرانی کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے ان کے اور بیرونی غیر مسلم حکومتوں کے تعلقات کا مسئلہ بہت اہم ہے جنگ عظیم کے قبل تک ان کے اور انگریزوں کے تعلقات دوستانہ تھے اور اس زمانہ میں انھوں نے ان کی بہت قیمتی مدد کی تھی اس کے عوض میں انگریزوں نے کچھ رقم بھی مقرر کی تھی لیکن اقسام جنگ کے بعد پوری ادائینہ کی اس لیے تعلقات میں ناخوشگوار سی پیدا ہو گئی، گونا گویا ہر تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا ہے تاہم وہ بات باقی نہیں رہی اس کے علاوہ انھوں نے سلطان کے دشمنوں کو ان کے ارد گرد حکمران بنایا جس کی وجہ سے سلطان ہر طرف سے محصور ہو گئے ہیں عراق میں فیصل اور شرق اردن میں عبداللہ ان کے سخت دشمن ہیں آج سے چند سال پیشتر انگریزوں کے سانحہ پر داختم شریف حسین بھی تھے، لیکن اب وہ ختم ہو چکے تاہم جو لوگ باقی ہیں انگریز ان کی مالی اور سیاسی مدد کرتے ہیں، اور اس کا منشا یہ ہے کہ سلطان انگریزوں کے مفاد کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکیں اور یہ بھی دوسرے فرمانروا یا ان عرب کی طرح ان کی بساط سیاست میں مہرہ کا کام دیں،

اتحاد عرب کا خیال | سلطان ابن سعود ان تمام امور کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں، اسی لیے وہ تمام امرا و حکمرانوں کو متحد کرنا چاہتے ہیں اور اس میں وہ نہایت خلوص سے کوشاں ہیں تاکہ عرب میں کوئی خطرناک عنصر پیدا نہ ہو سکے، اتحاد عرب کے لیے انھوں نے مختلف صورتیں پیش کی ہیں، ایک یہ کہ تمام فرمانروا یا ان عرب کی

کا نفرنس ہو اور وہ سب ان کو جزیرۃ العرب کا بادشاہ تسلیم کریں کیونکہ ان کے نزدیک اس منصب جلیل کا اس سے زیادہ کوئی اہل نہیں ہے اور اگر امرای عرب ان کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو منتخب کریں تو ان کو اس کے تسلیم کرنے میں تامل ہوگا اور اس کے بعد بھی یہ عرب کے فلاح و بہبود میں کوشاں رہیں گے اور اگر یہ صورت بھی نہ ہو سکے اور کوئی ایسی تیسری شکل پر اتفاق ہو جو سب کے لیے مفید ہو تو اس کے قبول کرنے میں بھی ان کو عذر نہ ہوگا مثلاً آپس میں کوئی اس قسم کا معاہدہ ہو جائے جو اس عرب کے انتظامی یا سیاسی امور کے متعلق ہو یا مشترک اقتصادی مسائل کے تحفظ پر مشتمل ہو تو وہ اس کو نہایت خوشی سے قبول کریں گے اور اگر ان شکوک میں کوئی بھی نہ ہو تو کم از کم وہ خود اپنے سیاسی مقصیات کے موافق ہر اس سلطنت کے ساتھ جس کا اور ان کا مفاد مشترک ہوگا معاہدہ کرنے میں تامل نہ کریں گے اس کا مقصد کسی کی مخالفت نہ ہوگا کیونکہ سلطان ایک صلح پسند آدمی ہیں البتہ وہ یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ان پر بھی کسی قسم کی زیادتی نہ ہونے پائے لیکن عربوں کے کسی حملہ میں بھی انگریزوں کی ناامنی پسند نہیں کرتے وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی ناامنی اختلاف کی خلیج اور زیادہ وسیع کر دیتی ہے اگر دو شیوخ کے حدود میں کوئی ایسا اختلاف ہو جو ملکی آدمی کے ذریعہ سے باسانی طے ہو سکتا ہے اگر اس میں انگریز ثالث بن جائیں تو ان کا پولیٹیکل ایجنٹ اس اختلاف کو اور زیادہ موکد کر دے گا کہ پھر صلح نامہ ہو جائے گی اس میں تنہا انگریزوں کا تصور نہیں بلکہ ایک حد تک شیوخ بھی اس کے ذمہ دار ہیں کیونکہ فریقین اپنی اپنی جگہ فطری طور پر سمجھتے ہیں کہ ثالث یا ان کا جنبہ دار ہو گا یا مخالفت ہو گا اس لیے وہ زیادہ سے زیادہ مطالبات پیش کر سکتے ہیں کہ جنبہ داری کی صورت میں سب سے بڑے ہو جائیں اور مخالفت کی صورت میں نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

نظام حکومت | نجد کی حکومت مختلف اضلاع پر تقسیم ہے ہر بڑے مقام پر ایک حاکم اعلیٰ رہتا ہے یہ یہاں کے تمام سپہ و سیاہ کا مالک ہوتا ہے عدل و انصاف امن و امان اور پابندی شریعت حکومت نجد کا نمایاں وصف ہے خصوصاً عدل اس کا بنیادی اصول ہے عدل و انصاف کے دائرہ سے کوئی عامل سر مو تجا وز نہیں کرتا حتیٰ کہ خود سلطان جب بارہ پر نکلتے ہیں تو کسی رعایا اور اونے پیشہ ور سے بھی رسد نہیں لے جاتی شاہی اسٹیشن

بازاری نرخ سے ایک جہ کم نہیں کر سکتا ناجردوں پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہونے پاتی محض قیام عدل کے خاطر تھا کہ عام اجازت کے راستوں میں بھی سلطان کے سامنے اپنی شہادت پیش کر سکتی ہے اس عدل و انصاف کا یہ کھلا ہوا نتیجہ کہ ہر جگہ نظر آئے گا کہ نجد کے طول و عرض میں بلا مبالغہ امن و امان ہے کہ تمدن مالک میں بھی اس کی نظیر نہیں مل سکتی قافلوں کی گزرگاہ میں بائیس یا سو بیس ایک تنہا آدمی جس صحرا اور ویرانہ میں چاہے سفر کرے کوئی شخص تعرض نہیں کر سکتا سلطان کے عدل نے ان مقامات پر امن پیدا کر دیا ہے جہاں ترکی حکومت اپنی قوت و شوکت کے باوجود قیام امن سے عاجز تھی عقیدہ حسا کے درمیان ہمیشہ سے تجارتی قافلہ آتے جاتے ہیں ترکوں کے زمانہ میں اسی راستہ میں ہر پانچ دس میل کی مسافت کا جردن کو قبائل کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا اسی طرح بحرین اور عقیقہ کے تجارتی پھر عقیقہ سے نخل اور نخل سے ام الذرّام الذرّ سے علاء کے تمام راستوں میں تجارت کو ہر قدم پر داد و دہش کرنی پڑتی تھی ترکوں نے یہاں امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اٹلے شکست کھائی اب انھیں راستوں میں اگر کسی تاجر کا مال بھی رچ جاتا ہے تو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا تاکہ وہ خود آکر نہ اٹھائے۔

پابندی شریعت | شریعت کی پابندی جس قدر نجد میں اس کی نظیر کسی اسلامی ملک میں نہیں مل سکتی اس زمانہ میں شریعتی حدود کا اجراء نجد کے سوا کہیں نہیں ہوتا اس بارہ میں نجدی حکومت نے عمدہ صحابہ کی یاد تازہ کر دی پھر حدود کا اجراء اس شدت سے ہوتا ہے کہ اس سے امیر و غریب کوئی نہیں بچ سکتا چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے تارک نماز کو کوڑے کی سزا دی جاتی ہے اور اسی قلیل کے تمام شریعتی حدود جاری ہیں ریاض کی تمام مسجدوں میں نمازیوں کی باقاعدہ حاضری لی جاتی ہے بلا غرض غیر حاضر شخص کو ایک مرتبہ سبھایا جاتا ہے کو دوسری مرتبہ تنبیہ کی جاتی اور تیسری مرتبہ کوڑوں سے ضیافت ہوتی ہے تمباکو کا استعمال قانوناً ممنوع ہے کوئی شخص علی الاعلان استعمال نہیں کر سکتا گھر کے اندر لوگ چوری چھپے سگریٹ وغیرہ پی لیتے ہیں خود معتدل نجدی اس سے احتراز نہیں کرتے اور شیوخ ان باتوں میں عموماً پیش قدمی کر جاتے ہیں گو یہ قوانین اس تمدن عہد میں پسندیدہ نہیں ہیں لیکن خالص شریعتی نقطہ نظر سے ان کے مستحسن و محمود ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔

علم و عفو | یہ ایک اصول ہے کہ محض رشتہ اور سختی سے حکومت نہیں چل سکتی اس کے لیے شدت کے ساتھ نرمی اور مواظہ کے ساتھ درگزر بھی ضروری ہے سلطان اس نکتہ سے اچھی طرح واقف ہیں چنانچہ ان کی ذات میں حدود اللہ کے علاوہ علم و عفو کا مادہ زیادہ ہے جو شخص چند ساعتیں بھی ان کے ساتھ گزارے گا اس کو اس وصف کا تجربہ ہو جائیگا وہ غلامت و فرج باتوں میں بہت جلد مشتعل ہو جاتے ہیں لیکن پھر جلد ہی منطون میں تبسم اور خندہ جبینی کی تلاقی کر دیتی ہے ان کا بڑے سے بڑا دشمن بھی ان کے اس سحر سے مسحور ہو جاتا ہے بڑے بڑے باغی شیوخ گرفتار ہو کر آتے ہیں اور بہانہ چند دن ان کی میربانی میں بسر کئے سارے باغیانہ جذبات سرور پڑ جاتے ہیں اسی لیے ان کی رعایا عام طور پر ان سے خوش ہے شیخ محمد بن رشید جیسا ذکر اوپر آچکا ہے مدتوں ان سے لڑے ان کے آباء و اجداد کی سلطنت کو مٹایا لیکن جب ان کے قبضہ میں آگئے تو انھوں نے ان کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا بلکہ شاہی بہانہ کی حیثیت سے ان کا پورا اگھرا نا اب تک مقیم ہے اور حکومت کی طرف سے ان کی شایان شان جملہ ضروریات پوری کی جاتی ہیں مکان سواری نوٹڈی غلام اور جملہ ضروریات کے سامان سلطان کے ذریعہ اس لیے اب وہ سب ان کے بڑے دوست ہیں

ایک اور دست جو ان سب پر فائق اور لائق ذکر ہے وہ سلطان کی غربا پروری ہے ریاض اور اس کے اطراف میں ہزاروں کی تعداد میں فقراء اور مساکین ہیں ان کی پرورش حکومت کرتی ہے صبح شام ان سب کو شاہی سنگھڑا سے کھانا ملتا ہے ان اوقات میں ہزاروں کی تعداد میں شہری اور دیہاتی عربان اور اخوان مراد و عورتیں بوڑھے اور بچے جمع ہوتے ہیں ان سب کو کھانا کھلایا جاتا ہے بھران مسکینوں میں فرق مراتب کا لحاظ رہتا ہے بھیک مانگنے والوں کی کشتیوں میں دیدیا جاتا ہے اور شریف تنگ حالوں کو دسترخوان پر کھلایا جاتا ہے

فوج | نجدی فوج کی تعداد کی صحیح تعیین نہیں کی جاسکتی اور غالباً بڑی تعداد میں کوئی مستقل فوج ہے بھی نہیں قیام میں کے لیے اہم مقاموں پر تھوڑی بہت فوج رہتی ہے باقی ضرورت کے وقت مجنون اخوان سے فوجی خدمت لی جاتی ہے ان مجنون اخوان کا تذکرہ آگے آگے جنگ کے زمانہ میں عام منادی کرادی جاتی ہے اس منادی

پر ملک ہر حصہ کے نجدی ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں یہ لوگ زمانہ جنگ میں اپنے اخراجات کا بار حکومت پر نہیں ڈالتے سواری اسلحہ اور سامان خورد و نوش سلائے ہیں اخوان چہر فوج کا بڑا حصہ مشتمل ہے سخت جنگ میں جھانکنے میں شاید ہی افریقہ کے وحشی ان کا مقابلہ کر سکیں دود و دھواں میں دن تک بے آب و دانہ رہ سکتے ہیں اور ابرو پر شکنہ نہیں پڑتی عرب کے ریگستان میں کو سون گئے پاؤں چلے جاتے ہیں اور زبان سے ات نہیں کرتے ان کا نایان و صفت جہاد کا دلولہ ہے جہاد کی اسپرٹ ان کے رگ و ریشہ میں ساری ہے خدا کے نام پر جان و دنیا ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے ان کو فتح مندی سے زیادہ شہادت کی تئنا رہتی ہے اور جنگ کے زمانہ میں نہایت جذبہ دلولہ کے ساتھ نعرہ لگاتے ہیں کہ جنت کی ہوا بیل رہی ہے اس کا باغی کمان ہے جس میں یہ اسپرٹ ہو اس کو دنیا کی کوئی طاقت مغلوب کر سکتی ہے اس لیے نجدی فوج بہت کم ناکام ہوتی ہے یہ وہی جذبہ فدویت ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے نصف صدی کے اندر اندر ایران و روم کی پرشکوہ سلطنتوں کو ریگینا کر ڈالا دیا تھا گو مسلمان میں یہ جذبہ عرصہ ہوا رخصت ہو چکا لیکن الحمد للہ دیراز نجد کے وحشی مسلمان میں آج بھی یہ خصوصیت نظر آتی ہے

محاصل | نجدی حکومت کی آمدنی سے ہم بالکل لاعلم ہیں لیکن قیاس کہتا ہے کہ مختلف ضروری ٹیکسوں سے کافی آمدنی ہوتی ہوگی مفروضہ زکوٰۃ پیداوار کا عشر کھلی ہوئی آمدنی ہے نجد میں متعدد بازار ہیں خصوصاً بڑے بین اذنون کا عرب کا سب سے بڑا بازار ہے اور حکومت کی نگرانی میں ان بازاروں سے کافی آمدنی ہوتی ہوگی بعض قدرتی استیاء انگریزی کمپنی کے ٹھیکہ میں ہیں جس کے علاوہ اب چند بیرون سے حجاز سے لاکھوں روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے یہ تمام آمدنیاں ملا کر محاصل کی مقدار کافی ہو جاتی ہوگی

تعلیم اور بعض ترقیات | نجد میں گو تعلیم عام نہیں ہے لیکن اخوان کا ایک طبقہ جو مطالعہ کھلاتا ہے مذہبی تعلیم کی اشاعت کے لیے مخصوص ہے علماء ان کو ضروری تعلیم دیکر تیار کرتے ہیں اور یہ گھوم بھر کر عوام کو مذہبی تعلیم دیتے ہیں بعض خاص خاص مقامات مثلاً عینہ وغیرہ میں بہت خاصی تعلیم ہے البتہ شاہی خاندان میں اعلیٰ تعلیم ہے خود سلطان

کے رط کے مہرین جدید تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ سلطان تعلیم اور اس قسم کے دوسری ضروری اطلاعات میں کوشاں ہیں۔ چنانچہ محکمہ حفظان صحت اور تعمیرات کے لیے اُنھوں نے ڈاکٹروں اور انجینئروں کی خدمات حاصل کی ہیں اور چھوٹی چھوٹی آبادیوں کی تعمیر کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہے یہ آبادیاں "ہجر" کہلاتی ہیں جو لوگ تعلیم حاصل کر لیتے ہیں وہ اپنے وحشت کدوں سے نکل کے اس میں آباد ہوتے ہیں۔

ایک ترقی یافتہ مقام [نجد کے خشک و غیر تربیت یافتہ علاقہ میں ایک مقام غیر ہے] اس کو نجد کا پیرس کہنا چاہئے یہ مقام نجد کی عام خصوصیات سے بالکل مختلف ہے اس کی آبادی ۲ ہزار ہے، منظر کے لحاظ سے نہایت خوشنما ہے چاروں طرف سے سرسبز شاداب کھجور کے جھڑ اپنے دامن میں چھپاے ہوئے ہیں بازار نہایت بارونہ ہیں خدمت ماسوق میرہ اپنی رنگارنگی کے لحاظ سے عجیب چیز ہے یہاں عربی بولنے والوں کے جرگہ میں انگریزی بولنے والے اور اردو بولنے والے بھی نظر آتے ہیں اور مختلف رنگ اور نسل کے لوگوں کے اثر و عام سے کوئی بڑے تمدن شہر کا بازار معلوم ہوتا ہے یہاں کے باشندوں کے طبائع بھی نجدیوں سے مختلف ہیں ان میں کسی قسم کی وحشت نہیں اگر تعلیم یافتہ صاحب ذوق خوش اخلاق شیریں زبان ہیں خواہ کسی ملک و ملت اور کسی زاو و بوم کا آدمی آئے مطلقاً مخالفت نہ محسوس کریگا اور بہت جلد ان میں مل جل جائے گا، مکانات نہایت خوشنما اور آراستہ و پیراستہ ہیں اگر آپ کسی کے یہاں چلے جائے تو نہایت خندہ چینی سے استقبال کرے گا، باعزت جگہ بیٹھا لیگا اور اپنے ہاتھ سے قہوہ بنا کر پلائیگا، بعض ایسے بھی ملین گے جو علوم و فنون اور مختلف سیاسی مباحث پر گفتگو کرتے جائیں گے ان میں عام نجدیوں کے جیسا مذہبی تقشف بھی نہیں ہے، سیر و تفریح کے اوقات میں نما بھی کھو دیتے ہیں اور ترک نماز کے بعد پیٹھ مواخذہ سے بھی بری رہتی ہے غرض یہ وہ نجدی نہیں جنکو دیکھ کر مذہب انسان ڈر جاتا ہے،

اہل نجد کے طبقات | ہندوستان میں علی العموم یہ اصول موضوعہ کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ نجدی نہایت وحشی اور سخت مزاج ہیں خصوصاً ان کا مذہبی تشدد و جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے حتیٰ کہ وہ اپنے علاوہ دوسرے

مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے، اور ان پر تلوار اٹھانے میں بھی باک نہیں کرتے لیکن یہ حکم علی الاطلاق صحیح نہیں ہے، عام مسلمانوں کی طرح ان میں بھی مختلف خیالات اور طبقات کے لوگ ہیں، اخوان کا ایک طبقہ بلاشبہ نہایت جاہل متعصب ہے ان کو روحانیت اور عقل سے کوئی تعلق نہیں یہ لوگ اپنے علاوہ اور کسی مسلم فرد کو مسلمان نہیں سمجھتے اور ان کے سلام کا جواب نہیں دیتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ابھی ان کو اسلام قبول کئے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا، کچھ عرصہ پہلے یہ بالکل وحشی اور رسوم جاہلیت کے پابند تھے، دورِ جاہلیت کے نکلنے ہی اُنھوں نے خشک و ہابی تعلیم پائی اور دنیا سے ملنے جلنے کا موقع نہ ملا اس لیے اُن میں نرمی اور لچک نہ پیدا ہو سکی خصوصاً اخوان نوار سخت وحشی ہیں ان کی وجہ سے بعض اوقات حکومت کو قیام نظم میں دشواری پیش آجاتی ہے یہ لوگ بلا قوت کے سیدھے نہیں رہتے اس لیے حکومت ان کے ساتھ سختی سے پیش آتی ہے انھیں کے مقابلہ میں دوسرا طبقہ ان نجدیوں کا ہے جن کو نجدی مذہب میں داخل ہوئے کسی پشتین گذر چکی ہیں ان میں مطلق خشونت اور تنگ نظری نہیں ہے، عام مسلمانوں سے ملنے جلتے ہیں، سلام کرتے ہیں، سلام کا جواب دیتے ہیں بلکہ تبا کو نوشی سے بھی پرہیز نہیں کرتے، تفریح طبع کے لیے کبھی کبھی گنگنا بھی لیتے ہیں، غیرہ کے وہابی تو نماز وغیرہ میں بھی تساہل کر جاتے ہیں ان سے زیادہ ترقی یافتہ طبقہ کی توحید و سنت صرف عقائد تک محدود ہے، علاوہ اس میں بہت سست اور کاہل ہیں، غرض اس وقت نجد میں ۲ طبقات ہیں ایک وحشی اور مجنون نجدی، یہ عقل و روحانیت سے بالکل معز ہیں ان سے فوجی خدمت لیجاتی ہے، دوسرا معتدل یہ عہدوں اور مناصب پر ممتاز ہیں، تیسرا سست اور بے عمل یہ تجارتی اور سیاسی امور میں لگائے جاتے ہیں،

تکلیف دہ

پارہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، قیمت: - عیر، نمبر

خیابان دانش

(۳)

چوتھا باب

استعمال لفظ فلسفہ کی محل تاریخ

از

مولوی ابوالقاسم صاحب سرور دارالترجمہ حیدرآباد دکن

تاریخ کیا ہے گذرے ہوئے ماحول کا اگر گن یا گراموفون، گذشتہ حالات اور واقعات کے پرتائیں
اس گراموفون کے دھچپ ریکارڈ ہیں جنہیں مل سابقہ کی موسیقی حیات کی اطلاع اعتقاد تک پہنچتی ہے،
لیکن بیشتر و اکثر ریکارڈوں کی یہ حالت ہے کہ ان میں نواہا سے پیشین کے ناقص اور بے ربط تراژون کے
چند بول باقی رہ گئے ہیں، یہی وجہ ہوئی کہ ذوق تفتیش کے مطالبہ سے بچنے کے لیے قبل تاریخ اور تاریخ
کی قیدیں لگا کر زمانہ کی تقسیم کرنا پڑی تاکہ جستجو اور تلاش کی دور بین میں جو مقامات تاریخ نامعلوم یا دھندلے
دکھائی دیں ان کی نسبت قبل تاریخ کے الفاظ انکسار کے منہ پر ہات رکھ دیا جائے، عنوان ہدہ کی
توضیح و تشریح کے لیے بہت پھیلنے کی ضرورت تھی مگر مجبوری کی صورت میں پھر سوا سے اس کے اور کیا
ہو سکتا ہے کہ جن چند باتوں کا تذکرہ زبانوں پر ہے انہیں کو دہرایا جائے۔

پہلے پہل لفظ فلسفہ کس نے استعمال کیا اس بارے میں اختلاف آرا ہے شہرت عام اس ضمیر کا
مرجع فیما غور شد کو قرار دیتی ہے مگر یہ اس لیے صحیح نہیں کہ اکابر فن نے اس کے سلسلہ رواہ کو ساقط
الاعتبار ٹھہرایا ہے بعض بغیر تعین عمر و زید مدعی ہیں کہ سقراط سے پہلے اس لفظ کا چرچا ہوتا ہے، دلیل اس
سے زاید نہیں کہ فالوزوفین کے معنی تحصیل اکتساب علم کے واسطے سفر اختیار کرنے کے ہیں اس سے
سے یہ احتمال پیدا کیا جاتا ہے کہ جب نہیں سقراط سے بھی پہلے یہ لفظ شہرت کے زبان زد رہ چکا ہو، اس
قول میں تعین تخصیص اور جزم و حتم کو ترک کر کے احتمال و امکان کو زیادہ قوت دینی ہے جو ضعف کی
نمایان دلیل ہے،

بہر طور اس باب خاص میں ناقدین کی نگاہ انتخاب سقراط ہی کی جانب اشارہ کرتی ہے اور اسی فیثا
کو اس کا اشاریہ قرار دیکر ظاہر کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے لفظ فلسفہ کا استعمال عموماً علوم کے لیے سقراط
ہی نے کیا، اور موجودات عالم کی تعلیم کے بعد علل و اسباب کی سرانصرسی کے علم کے لیے اس کی تخصیص
کر دی، جس کی مختصر سی سرگزشت یہ ہے کہ سوفسطائی حکما سے سقراط کی تحقیق کا نصب العین جدا گانہ
ہوا تھا، یہ طبقہ سوفسطائی وہ ہے جو اسرار قدرت اور نیچر کی اہم اور پیچیدہ مشکلات کی گتھیاں سلجھانے
کی لاف زنی کیا کرتا تھا جس کی تصدیق لقب سوفاس (یعنی عقلمند) اختیار کرنے سے بخوبی ہوتی ہے
کہ غرور و غرور و خود بینی کے اظہار کے لیے یہ لقب زیر استعمال تھا، اس طبقہ کی بیجا گارڈ و زوریوں اور غیر مفید
سعی و کوشش کے باوجود کبر و نخوت کی گرم بازاری دیکھ کر ان کے پندار و غرور کا سر نیچا کرنے کے لیے سقراط
نے پہلے پہل سوفاس کے پندار و لقب کے مقابلہ میں فلا سوفاس (یعنی مجتہد عقل) کے استعمال
کا اشتہار دیا،

یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ سقراط کے دست کوشش نے فلسفہ کو دوش ابر سے نیچے اتارا، اس کا
مطلب یہ ہے کہ سوفسطائیوں کے دور از کار صعب و دشوار مصلح نظر کے غیر مفید ہونے سے اکتا کر سقراط

نے نفس ناطقہ کی معرفت میں انہماک تمام کی راہ نکالی اسی موحد فیلسوف نے سو فسطایوں کے پیادہ نخواست
 توڑنے اور انسان ضعیف البیان کی پچھیزی ظاہر کر کے لیے یہ لفظ تراشا تھا جس سے فرد تنی اور انکسار کی
 ترویج مد نظر تھی مگر اسکی آنکھ بند ہونے کے بعد آہستہ آہستہ یہ لفظ پندار و استکبار کا مراد بن گیا، جن قبول
 کے ساتھ دینے سے اس حد پر اس نے پاؤں پھیلائے کہ حقیقت شناس اپیک ٹیس کو یہ بگڑا ہوا رنگ
 دیکھ کر اس سے اجتہاد و احتراز کے متعلق اپنے حلقہ تلامذہ میں ایک طولانی لکچر دینے پر مجبور ہونا پڑا لیکن
 جو غلطی شہرت کے پر وبال پیدا کر لیتی ہے اس کا استیصال کر دینا پھر قابو میں نہیں رہتا، ایک آدمی نے
 اگر کبھی مخالفت بھی کی تو اس غلطی کے پرستاروں کے شور و غل نے اس پست آواز کو سننے نہ دیا،
 جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام طور پر اس لفظ سے سقراط کے معین کے ہوئے معنی کے بجائے کبر و نخوت کا
 مضمون رائج ہو گیا، اور تجسّس عقل کی جگہ صرف عقل مراد لی جانے لگی، ایک مدت کے بعد رفتہ رفتہ
 یہ بلند آہنگی کم ہوئی اور اس شورش نے بالین سکوت پر سر رکھا اور تدریجاً اس لفظ کا استعمال نفس
 ناطقہ کے واسطے مخصوص ہو گیا، یورپ کے براعظم نے تو اسی تخصیصی نظر سے اس لفظ کو دیکھا لیکن
 انگلستان کو یہ تعین و تخصیص پسند نہ آئی اور اس حد بندی کو توڑ کر تنہا شریک کر دینے سے اس نے
 اس کا مصرف کچھ سے کچھ کر دیا جس کی وجہ سے فلسفہ قدرت، فلسفہ زراعت، فلسفہ تجارت، فلسفہ
 طباعی وغیرہ سب اس دائرے میں آ گئے اور لفظ فلسفہ ان سب کا جز و لا ینفک بنکر استعمال کی
 زبان پر چڑھ گیا، یہ قول عام سقراط نے جسے بادلوں کی بلندی سے نیچے اتارا تھا، انگلستان نے
 اسے مطبخ کا ایندھن بنا دیا، بحث مذکور کے بعد اسباب فلسفہ کا تذکرہ بھی یہیں مناسب معلوم ہوتا ہے

اسباب فلسفہ

انسان میں قوت علیہ کا وجود ایک ناقابل انکار حقیقت کے معاش ہے، یہی وہ قوت ہے جو
 اسباب فلسفہ اپنے ساتھ رکھتی ہے، اسباب کے ساتھ ضروری اور معاون کی قیدیں لگا کر دو قسمیں لگائی

میں پہلی قسم یعنی اسباب ضروری کی بھی اسی طرح دو قسمیں ہیں پہلی یہ کہ انسان کی طبعی خواہش علت و معلول
 میں ارتباط کا سلسلہ قائم کر دے، دوسری قسم بشری خواہش کا کثرت کو وحدت میں ضم کر دینا یہ خواہشیں
 دراصل متفاوت ہونے پر بھی مال و نتیجہ میں دونوں ایک ٹھہرتی ہیں، فطرت انسانی کا تجسّس علل
 کی جانب میلان و خواہش کو استدلال سے ثابت کرنا امر لائینی کے مراد ہے، کیونکہ انسان کی یہ
 فطری ادائیں ہیں کہ مشاہدہ اور تجربہ کی ہوئی چیزوں کی وہ طبعی پہلے علت کے ڈھونڈنے کی جست
 کو شش بطیب خاطر گوارا کرتا ہے اس لیے کہ علت کی تلاش سے ایک انبساطی کیفیت پیدا ہوتی ہے
 اور اس کیفیت انبساطی کا فطرۃ انسان شیفتہ و فریفتہ ہے، اس قسم کے اکتساب مسرت کی فطرت
 انسانی ایسی خواہشمند ہے کہ کسی چیز کی اصل علت روپوش ہونے پر کد و کاوش سے مفروضی علت
 ہاتھ آجانا ہی فی الجملہ اطمینان کے لیے غنیمت سمجھتی ہے،

اسباب ضروری کی دوسری قسم یعنی خواہش انسانی کا کل سرمایہ علم کو وحدت میں منتقل کر دینا یہ
 خواہش انتقال نوع انسانی کا ایک اہم خاصہ ہے، یہ سچ ہے کہ انسان کثرت کی مضبوط زنجیروں
 میں ایسا جکڑ ہوا ہے کہ جنبش تک نہیں کر سکتا مگر اس قید پر بھی فطری ذوق تحریک کی بنا پر ذہن
 بشر کے لیے اسی کثرت میں رہ کر وحدت کی جستجو میں منہمک ہونا اس کا ایک ضروری اور دلچسپ مشغولہ
 گروہ فلاسفہ میں سے قدما ہوں یا متاخرین سب کے سب برابر اسی خواہش یا رغبت کو تسلیم کرتے چلے آئے
 اور کثرت کو وحدت میں منتقل کر دینا ہی خیال ان کی نظر میں فلسفہ کا اس المال اور مقصد اہم قرار پایا
 افلاطون اور اس کے تلامذہ کی تحقیق کا ماحصل اس باب خاص میں یہی تھا،

ارسطاطالیس، سینٹ اگسٹائن، لائب نر، کینٹ اسے وغیرہ کچھ تھوڑے تغایر نقطی سے بغیر
 اختلاف مفہوم اسی مصرعہ بالا بیان کے موید و ہمواہین، چونکہ انسان کے لیے علت و وحدت فطری
 چیز ہے اس لیے وہ انس اور علت فطری عام مظاہر قدرت میں بھی اسی طرح وحدت تلاش کر نیکا

شوق پیدا کرتی رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر محقق طبی علوم میں عام اصول و قوانین کی معرفت کو اپنا نصب العین بنانے پر مجبور ہوتا ہے اور معرفت کی ابتدائی کڑیوں کا مسلسل ہوجانا تلاش کی صوبت و عرق ریزی کے بعد ہی اس کے ذہن میں اور اطمینان اور خواب دیکھنے کا محل اور مقام ہے، جس خواہش کے متعلق مختلف خیالات ظاہر کیے جا چکے اسی کے بارے میں یہ یاد رکھنا بھی ضرور ہے کہ ذرا سی نگاہ چوکے پر یہی خواہش اغلاط کا انبار لگا دیتی ہے اس لیے کہ تعمیم کے وسیع میدان میں اصل اور حقیقی واقعات کے جو اہر فراہم کرتے وقت نظر دھوکا کھا کر غلطی سے مشتبہ اور غیر واقعی واقعات کے سنگریزوں کو جو اہر پاروں کے ساتھ ملا دیتی ہے واقعات کو کائنات چھانٹ کر اپنے قیاس کے محاذ میں لے آنا اور غیر معلوم چیز کو شے معلوم کے اصول و قواعد سے منسوب کرنا وہ چیزیں جو نہایت ہی خفیف باہم مشابہت رکھتی ہیں اس خفیف سی مشابہت کی بنا پر ان سب کو ایک مفہوم کا مصداق قرار دینا، غلطیوں کی دلدل میں پھنسنے کے یہی قوی اسباب ہیں،

اس قسم کی غلطی کی نمایاں مثال اگر دیکھنا ہو تو دو پریشین میں فیثاغورث کے حلقہ تلامذہ پر نظر ڈالو جو تمام صفات محسوسات کو صرف اعداد کا پر تو سمجھتے تھے اور جنھوں نے نیرنگی قدرت کے پرچے کے سرکار کا حل خواہ اعداد کو قرار دیا تھا، کچھ مدت کے بعد اس نظریے کی تردید میں مسئلہ اعداد کی جگہ یہ خیال قائم ہوا کہ اگرچہ خود اشیا تغیر پذیر ہیں مگر ان کے تعلقات کا سلسلہ دائمی ہے، اس تحقیق سے علم حیوانات کے محقق کچھ مدت کے بعد ایسے کجراہ ہوئے کہ انسان کو حشرات الارض کا نتیجہ تو لید کہنے لگے، انھوں نے اپنے خیالات کی اس طرح داغ بیل ڈالی کہ پہلے عالم قدرت کے واسطے وحدت کا لزوم اس کے بعد سے انسان اور حشرات الارض کی ساخت و ترکیب کے تقابل و توازن کی طرف طبیعتوں کا میلان بڑھا اور توازن ترکیب کا نتیجہ ان الفاظ میں نکلا کہ انسان حشرات الارض کا ورثہ وار ہے،

صحیح یا غلط جو خیال پہلے پہل راسخ ہو چکا ہے اس کے استحکام و استواری کے سامنے حصا آہنی کی بھی کوئی حقیقت نہیں، مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ تفتیش کا فیصلہ زیادہ تر اسی خیال اولین کے رجحان کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے، سابقہ سعی و کوشش سے حاصل کیے ہوئے خیالات یا رایوں کا چشم زدن میں کا لوم کر دینا اگر خیال نہیں تو قریب قریب ناممکن کے ضروہ رہے، تسلیم کیے ہوئے خیالات کی لغت اور پاسداری تجسّس اشیا سے اپنے ہی مطابق تکمیلی نتیجہ نکالنے کی رغبت پیدا کرتی ہے، خیالات راسخ کی عدم صحت کی صورت میں وہ اصول و قواعد جن کی بنیاد واقعات و مشاہدات کے مصالح سے مستحکم و پائدار بنانے کا بلند آہنگی سے دعویٰ کیا جاتا ہے دراصل ان کی عدم مفروضات و اختراع سے زائد نہیں ہوا کرتی،

بہر صورت استقرار کی نزاکت اور اہمیت بہت وقت نظر جاتی ہے، بلوغ نظر کے معیار سے ہر ہر جزو کو پرکھنا، جو اشیا آپس میں قوی مشابہت رکھتے ہیں انھیں اچھی طرح تعین کے بعد ان چیزوں سے چکر علاحدہ کر لینا جنہیں اس مماثلت و مشابہت کا وجود تو ہے مگر برائے نام، اسی طرز کے بار بار کی جانچ پر تال مذکورہ رغبت و خواہش کو غلطی کی آمیزش سے محفوظ رکھتی ہے،

نفس اسباب کی دو قسمیں ہیں ایک اسباب ضروری اور دوسری اسباب معاون، پہلی قسم یعنی اسباب ضروری کے بیان کے بعد اب اس کی دوسری قسم یعنی اسباب معاون کی تفصیل ملاحظہ طلب ہے، اس دوسری قسم کو تاثرات کی گنجائش بستی سمجنا غیر موزون نہ ہوگا، کیونکہ اس کی بنا ہی تاثرات پر ہے جن میں تعجب کا درجہ اگر ممتاز نہیں تو قریب بہ امتیاز ضرور ہے، دختر جمل اور مادر علوم کے الفاظ اسی تعجب کے لیے معین کئے جا چکے ہیں، افلاطون اور ارسطو طالیس سے فلسفی تاثر سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن اسی کی تخصیص کر کے کہتا ہے کہ فلسفیانہ تحقیقوں کی جانب میلان و رجحان کی علت تامل ہی تعجب ہے، اس بنا پر اسے غایت حکمت کہنا غیر مناسب نہیں، ایک اور نقاد فلسفہ کے آغاز و اختتام دونوں

کی اہل اسی اک تعجب کو ٹھہراتا ہے، اپنی فلسفہ کی ابتدا بھی تعجب ہی سے ہوتی ہے، اور انتہا بھی اسی سے، فرق ان دونوں حالتوں میں بس یہی ہے کہ ابتدا کا تعجب نتیجہ جہل ہے اور آخر کا سرچشمہ معرفت، نتیجہ جہل اس بنا پر کہ ابتدائی معمولی باتوں میں ذہن کا الجھنا قدم قدم پر تشویش کی شکل کو رہا کھانا رہی اور پیش پا افتادہ باتوں میں تلاش توجیہ سے طبیعت کی عاجزی و مجبوری سے تعجب کا پیدا ہونا یہ سب جہل کے تعلقات میں،

سرچشمہ معرفت اس لیے کہ انسان مدبر یا مادیت کا غار زار اکتساب و تحصیل کے قدموں سے بے جھجک بڑھ کر ناہوار و ممانیت کے چمن زار کی سرخسوں میں ہمہ تن منہمک ہو کر دور تک آگے نکل جاتا ہے، اُس کی بہت پیش قدمی اُس کو شک حقیقت تک پہنچا دیتی ہے نہان چاروں طرف سے نیم حیرت کے تیز دند جھونکے اُسے گھیر کر مہوت و خود فریبی دیتے ہیں، یہ پابند قیود ہستی اپنے ہی مخصوصات فطری کو گھٹا بڑھا کر اس بے قید و غیر محدود ہستی مطلق کی تفتیش حقیقت و ماہیت کا خاکہ بار بار بناتی اور بگاڑتی ہے، پیہم سہی و کوشش کے باوجود بھی حصول مقصود میں محرومی ناکامی پر تعجب و حیرت دامن تمام لیتے ہیں اور اُن کے سامنے انسان سہرا انداختہ ہو کر خود رفتگی کے رنگ میں ڈوب جاتا ہے،

تعجب کو فلسفہ کا سبب قوی تسلیم کرنے میں افلاطون اور ارسطاطالیس دونوں کے دونوں متحد و ہم آہنگ ہیں، بعض حکما نے تعجب کے اظہار و افغلیت میں زیادہ تر مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے نہ ظاہر اس کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جو فلسفیانہ مضامین نہایت حیرت آور اور تعجب خیز تھے، ابتداءً اُن حکما کی توجہ اور میلان انہیں سے مٹ بھڑ ہوئی، خارجی عالم کی سیر نے طبیعتوں کو استعجاب سے لبریز کر دیا کیونکہ قدرت کی بیرونی سمیت ہی فلاسفہ متقدمین کی سہی اکتساب کی معراج تھی، اس دور از کار اور غیر مفید روش کے خلاف پہلے پہل سقراط ہی نے صدائے احتجاج بلند کی، اور اس وقت کے مسلمات عام کی بھڑ سے ہلکے نفس ناطقہ کی طرف توجہ و انخاک کی ایک علمی شاہراہ قائم کی، توجہ قواسم عقلیہ کی انتہائی سعی و کوشش اور جدوجہد کا حاصل تعجب آخر

سرچشمہ معرفت، اور قواسم عقلیہ کے تحلیل و عدم ورزش کا نتیجہ تعجب اولین نتیجہ جہل قرار پایا، ٹھیک فلسفہ کی زبان میں نتیجہ جہل کی توضیح یوں کی جاسکتی ہے کہ قریب قریب اور پاس پاس کی علتوں کے دریافت کرنے سے عاجز اگر تعجب کے سلسلہ میں پھنس جانا، اور سرچشمہ معرفت کی تشریح اس طرح کہ علت قریب کی جستجو اور تلاش کے بعد علتوں تک پہنچنا اور ان کا سرخس پا کر یا اتنا سرخس رسی میں آگے بڑھنا یہ پیشتر ظاہر کیا جا چکا ہے کہ جتنی علتیں دور دور بعید ہوتی جائیں گی اسی حد پر سادہ اور سادہ تر حالت اختیار کر لیں گی (سادگی سے ہم دوش علتوں کی دیکھ بھال جانچ پر تال میں مصروف ہو کر تدریجاً ایسے راس علت اور علت العلل تک پہنچ جانا جس کے وجود کا ثبوت تو مستحق لیکن کتبہ و ماہیت انسانی فہم و ادراک کے لیے بالکل غیر مفہوم، علت العلل کے وجود کے ظہور و ثبوت کے بعد اس کی نوعیت ماہیت کی لگاتار تجسس کی غیر معمولی عرق ریزی پر استعجاب و تعجب کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آنا، یہی وہ تعجب ہے جسے اسلامی شریعت لفظ حیرت کے ساتھ تعبیر کرتی ہے اور محمود و مذمومہ کی قیدیں لگا کر اس حیرت کی دو قسمیں کی ہیں، کتبہ باری کے سوچ بچار میں جو ایک بود کی کسی حالت ذہن پر چھا جاتی ہے اُسے حیرت محمودہ کہتے ہیں، اور دنیاوی امور میں منتشر الجھو اس ہو کر چراغ پا ہو جانا حیرت مذمومہ کہلاتا ہے،

القضاء والسلام

از

مولانا عبد السلام ندوی،

اردو میں جدید موضوع پر ایک پر از معلومات رسالہ جس میں طریقہ شہادت و انفصال مقدمات کے اسلامی اصول و قوانین کی تشریح کی گئی ہے، ضخامت ۹۲ صفحے، قیمت ۱۲ روپے، نمبر

ابو بکر بن زکریا الرازی

ماخوذ از

ای۔ بے ہوم یارڈ ایم۔ ای۔ ایم۔ ای۔ افسر اعلیٰ شعبہ کیمیا، کلکتہ کالج برسٹل،

از

س۔ م۔ ہرڈی، ہوشیار پور، پنجاب

یورپ میں علم طب میں علم کیمیا کا استعمال پیراسلیس (۱۲۹۳-۱۵۴۱) کے زمانہ میں شروع ہوا، باوجود اس کے کہ پیراسلیس کا طرزِ تحریر و تقریر رعوت آمیز اور اپنے ہم عصرون کو حقیقت سے نا آشنا رکھنے والا تھا، اس نے علمائے کیمیا کو کیمیاگری کے خیال سے ہٹا کر ادویات کی طیاری کی طرف مائل کیا، اور یہ بہت بڑی خدمت تھی جو اس نے سرانجام دی، لیکن علم طب اور علم کیمیا کا رشتہ اس سے بہت دیر پہلے کا معلوم ہوتا ہے، اسلامی ممالک کے اکثر کیمیا دان دراصل طبیب ہی ہوا کرتے تھے، اور علم کیمیا میں ان کی دھچکی ادویات کی طیاری اور اکسیر کی تلاش کے سبب پیدا ہوئی، ان سب میں سے رازی کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی، گو دو لاکھ طبعیتیں ایک دوسرے سے بالکل متضاد تھیں، لیکن رازی کو ایرانی پیراسلیس یا پیراسلیس کو یورپی رازی کہا جاسکتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں انگلستان میں کرنل ریننگلگ اور پروفیسر براؤن جرمنی میں پروفیسر سکاٹ اور ہندوستان میں پرنسپل مین رازی کی زندگی کے حالات اسکے کام کے متعلق بہت تحقیقات کی، چنانچہ رازی کی زندگی اور کام کے متعلق صحیح راقم کچھ لکھتا ہے۔ ابو بکر محمد بن زکریا الرازی ۳۷۰ھ میں ایران کے صوبہ جبال کے قصبہ رے میں پیدا ہوا، رے سے ہی نواح میں واقع تھا جہاں اس وقت طہران ہے، رے کی نسبت کی وجہ سے اس کا نام الرازی مشہور ہو گیا اور اسی نام نے یورپی زبانوں میں کئی مختلف شکلیں اختیار کیں،

زمانہ شباب میں اس نے اپنا وقت موسیقی، منطق، اور فلسفہ کے مطالعہ میں صرف کیا، وہ بہت اچھا گویا تھا، اور بانسری خوب بجاتا تھا، لیکن بعد میں اس نے موسیقی کا خیال یہ لکھ کر ترک کر دیا، کہ دائرہی اور موجوں میں سے نکلتی ہوئی راگ کی سر پہلی معلوم نہیں ہوتی، منطق کا نہ تو اس نے شوق سے مطالعہ کیا، اور نہ ہی منطق اس کی طبیعت سے ٹھیک طور پر اس آئی، اس کے دلائل عام طور پر خام ہوا کرتے تھے اور دوسرے علماء کے اصولوں کو سمجھنے کے بغیر ہی ان کی تردید شروع کر دیا کرتا تھا، تیس سال کی عمر کے بعد اسے بعد ازاں جانے کا افا ہوا، وہاں پرانے شفا خانہ میں جو شہر کے مضافات میں شہر کے دائیں کنارے پر واقع تھا اس نے ایک عجیب و غریب علاج کا تذکرہ سنا، چنانچہ اس طرح سے دھچکی کا آغاز ہونے کے بعد اس نے ہر روز شفا خانہ جانا شروع کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ زندگی کا باقی حصہ علم طب کے مطالعہ میں ہی صرف کرے گا، علم طب کے مطالعہ کی ابتدا کے متعلق ایک اور قصہ بھی مشہور ہے، کیمیاگری کے سلسلہ میں تجربات کرتے ہوئے ایک دن رازی کوئی زہریلی گیس سونگھ کر علاج کے لیے شفا خانہ گیا، علاج کے بعد طبیب نے پانچ سو روپے یعنی ڈھائی سو روپے کا بل پیش کیا، رازی نے خیال کیا کہ اصلی کیمیاگری یہی ہے، چنانچہ اس دن کے بعد اس نے علم طب کا باقاعدہ مطالعہ شروع کر دیا، لیکن رازی کی زندگی کے سب حالات معلوم کرنے کے بعد یہ نہایت وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ روپیہ کے لاپچ سے اسے یہ خیال پیدا نہیں ہوا ہوگا، کیونکہ روپیہ سے اسے قطعی محبت نہیں تھی،

اپنے وطن واپس آکر اس نے ہر روز شفا خانہ جانا شروع کر دیا، جہاں دوائی تقسیم کرنے والا رازی کا اپنا دوست تھا، تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے اتنی مہارت حاصل کر لی کہ شفا خانہ کے اعلیٰ سے اعلیٰ طبیب بھی اس کی قابلیت کے قائل ہو گئے، اور رے کے شفا خانہ کی اعلیٰ طبابت اور نظامت کا عہدہ اس کو پیش کیا گیا، اس عہدہ کے فرائض میں طلباء کی تعلیم بھی شامل تھی، چنانچہ رازی خود فرش پر بیٹھا جاتا تھا، اور شاگرد اس کے گرد بیٹھتے تھے، پرانے طلباء اس کے قریب اور مبتدی باہر کے حلقہ میں، جب کوئی مریض علاج کے

لیے آنا، تو سب سے پہلے وہ اپنی کیفیت باہر کے حلقہ کے طلبہ کو بتاتا، اگر وہ بیماری کی اصلیت سمجھ جاتے تو نسخہ تجویز کر دیتے ورنہ بیمار کو پرانے طلبہ کے سپرد کر دیتے، اگر پرانے طلبہ بھی مرض تشخیص نہ کر سکتے تو رازی خود مرض کو دیکھتا اور نسخہ تجویز کرتا،

رے مین رازی کی شہرت بحیثیت ناظم اور طبیب اس درجہ تک بڑھی کہ خلیفہ المکتفی (۹۰۲-۹۰۷) کے زمانہ میں بغداد کے شاہی شفاخانہ کی نظامت اور اعلیٰ طبابت کا عہدہ اسے پیش ہوا، بغداد میں اس شفاخانہ کا سنگ بنیاد رکھنے سے پیشتر اس کے جائے وقوع کے متعلق رازی سے مشورہ کیا گیا چنانچہ اس نے شہر کے مختلف حصوں میں کچے گوشت کے ٹکڑے ہوا میں لٹکوا دیے جس جگہ گوشت کا ٹکڑا سب سے زیادہ دیر میں سڑا، وہ جگہ شفاخانہ کے لیے انتخاب لگئی، اس طریقہ انتخاب سے اسکی ذہانت اور قابلیت کا اندازہ ہو سکتا ہے، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ بغداد میں اس نے کتنی دیر قیام کیا، اکثر دفعہ امرا اور خود خلیفہ کے ساتھ اس نے سفر کیا، ایران کو بوجہ اپنا وطن ہونے کے عراق پر ہمیشہ ترجیح دیتا تھا،

زندگی کے آخری حصہ میں وہ موتیابند کے مرض سے نابینا ہو گیا تھا، اس کے دوست عمل جراحی کے لیے بہت اصرار کرتے تھے، لیکن وہ ہمیشہ ہی کتارہا، کہ اس نے دنیا بہت دیر تک دیکھی ہے، اور زیادہ دیکھنے کی خواہش باقی نہیں، ۲۶ اکتوبر ۹۲۵ء کو ساٹھ سال دو ماہ کی عمر میں رازی نے وفات پائی، وہ بہت فیاض اور خوش اخلاق تھا، غریب خاص طور پر شفقت کیا کرتا تھا، اور ان کا علاج ہمیشہ مفت کرتا تھا،

رازی اپنے زمانہ کا قابل ترین طبیب ہی نہیں تھا، بلکہ زمانہ قدیم کے اطباء کی تصانیف کا بڑا جید عالم تھا، یونانی علماء کی تصانیف کے مطالعہ کا اسے بہت شوق تھا، اپنے فرائض سے فارغ ہو کر ہمیشہ مطالعہ میں مصروف رہتا تھا، یا کتابیں نقل کرتا رہتا تھا، زیادہ مطالعہ ہی غالباً اسکی بصارت کے ضائع ہونے کا موجب ہوا ہوگا،

رازی کے طریق علاج کے متعلق ایک نہایت دلچسپ کہانی مشہور ہے، ایک امیر گٹھیا

کے مرض کی شدت کے سبب چلنے پھرنے سے عاری تھا، اور طبیبوں کے علاج سے مایوس ہو کر اس نے رازی سے علاج کروانا چاہا، رازی نے بھی کچھ دیر کئی طریقوں سے علاج کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی، آخر اس نے امیر مذکور سے کہا کہ وہ ایک نیا علاج کرنا چاہتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ علاج شروع کرنے سے پہلے امیر رازی کو اپنا سب سے اچھا گھوڑا اور خچر دیدے، امیر نے منظور کیا اور گھوڑا اور خچر رازی کے سپرد کر دیے، رازی امیر کو شہر سے باہر ایک حمام میں لے گیا، اور اس کے ساتھ ایک گرم کمرے میں داخل ہو گیا، کچھ دیر تک ماش ہوتی رہی، اس کے بعد رازی باہر چلا گیا، اور لباس تبدیل کر کے واپس آگیا، اب اس کے ہاتھ میں ایک چھڑا تھا، اور اندر آتے ہی اس نے امیر کو گالیوں میں شروع کیں، امیر سخت حیران ہوا، لیکن آخر جب رازی نے اسے قتل کر دینے کی دھمکی دی تو امیر کے ڈر اور غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی، مرض اور درد کا سبب خیال بھلا کر وہ فوراً اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا تاکہ اپنے ملازموں کو مدد کے لیے بلا سکے، امیر کو چلتا دیکھ کر رازی حمام سے باہر نکل گیا، آپ گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے نوکر کو خچر پر سوار کیا، اور جس وقت تک امیر مذکور کے علاقہ سے باہر نہ نکل گئے دم نہ لیا، رازی نے کچھ دیر بعد امیر کو بلکھا کہ گالیوں اور قتل کی دھمکی سب علاج کا ایک حصہ تھا، امیر جسے مرض سے بالکل ہو چکی تھی سارے معاملہ کو سمجھ چکا تھا چنانچہ اس نے رازی کو بہت تحائف بھیجے اور ایک ہزار پونڈ اور دو سو گدھوں کا بارغلہ اسکی سالانہ پنشن مقرر کر دی،

بحیثیت عالم کیمیا رازی خاص شہرت اور عزت کا مستحق ہے، اس کی تصانیف میں سب سے پہلے کیمیائی مرکبات، مختلف کیمیائی عملوں اور کیمیائی آلات کے متعلق مشاہدات کی نہایت باقاعدہ قسم بندی پائی جاتی ہے، یہی نہیں بلکہ اس نے اپنے مشاہدات کو ایسی صاف عبارت میں ادا کیا ہے جو اس زمانے کے کیمیا گروں کے دھکوسلوں سے بالکل متبرک ہے، رازی جابر کی شان کو کبھی نہ پہنچا، اور اپنی تصانیف میں جابر کی بہت عزت اور تعریف کرتا ہے، اپنے خیالات کو نہایت واضح طور پر ادا کرنے کا اس کا طریقہ ایسا تھا جو ہر خاص و عام کی سمجھ میں آسکے، یہ امر نہ صرف اس کی دائمی شہرت

اسکا باعث ہے، بلکہ اب تک بھی نہایت مفید اور کارآمد ہے، اس کی تصانیف کسی حد تک آج کی کیمیائی نگینوں کا مقابلہ کرتی ہیں،

کیمیائی مرکبات کی مندرجہ ذیل قسم بندی سے علم کیمیا میں اسکی باریک بینی اچھی طرح سے ظاہر ہوتی ہے

مرکبات

۱	۲	۳	۴	۵
معدنیات	ماخوذ از نباتات	ماخوذ از حیوانات	پہلی تین قسموں میں سے کسی دوسے	
			مکرب بنے ہوئے اجسام، مثلاً جلا ہوا تانبا، توتیا،	
			لوہے کا رنگ وغیرہ،	

۱	۲	۳	۴	۵
۱	دھاتیں	خمر	سلفیٹ	سہلگے
۲	۳	۴	۵	۶
۱	۲	۳	۴	۵
۱	۲	۳	۴	۵

۱۔ اجسام جو حرارت سے بخارات میں تبدیل ہو جاتے ہیں، مثلاً پارہ، گندھک اور نشادر وغیرہ
۲۔ رازی نے ان آلات کی فہرست بھی دے رکھی جو کیمیائی تجربات میں استعمال ہوتے ہیں، پھر ان کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے، آلات کی فہرست اچھی خاصی مکمل ہے، لیکن رازی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ مختلف حصوں کو جوڑ کر نئے آلات تیار کرنے کے متعلق بھی ہدایات لکھی ہیں، چنانچہ اس کی تصانیف میں آلات کے متعلق ایسی ہی مفصل تفصیل پائی جاتی ہے جیسے موجودہ زمانے کی تجربہ گاہوں کے متعلق نوٹ بکوں میں،

جابر کی طرح رازی بھی طلا سازی کے امکان پر یقین رکھتا تھا، چنانچہ پرنسپل سٹیپلٹن نے رازی کے طریقہ طلا سازی کا ایک خاکہ بھی دیا ہے، سب سے پہلے مختلف عملوں سے اس مرکب کو صاف کیا جاتا تھا جس سے اکسیر بنانی مقصود ہوتی تھی، اس کے بعد اسے ایسی صورت میں تبدیل کیا جاتا تھا کہ وہ آسانی سے گھل سکے، لیکن اس عمل میں اس میں سے بخارات خارج نہ ہوں، اس کے بعد اسے کسی مناسب کیمیائی مرکب میں حل کیا جاتا تھا، مختلف اقسام کے شلوٹن مختلف مقداروں میں مل کر اکسیر پیدا کرتے تھے،

اکسیر کی بہت تھوڑی مقدار کو اگر کسی کم قیمت دھات کی بڑی مقدار کے ساتھ ملا یا جائے تو سونا

اور چاندی بننے کی امید کی جاتی تھی،

رازی کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد سٹیپلٹن کا خیال ہے کہ رازی کا نام محققین کی فہرست میں سب سے اول نمبر پر آنا چاہیے، اس کی شاندار تحقیقات اور لاثانی قابلیت نہ صرف اس کے اپنے زمانہ میں بلکہ گلیلیو اور بائل کے زمانہ تک اپنی آپ ہی مثال پر نیکی اسکا معاملات کی اہلیت دریافت کرنے کا شوق انتہائی دھچک پنچا ہوا تھا، اور وہ کتاب میں جو طلب کے علاوہ اس نے دیگر مختلف علوم کے متعلق لکھیں اسکی حیرت انگیز ذکاوت کا بہین ثبوت ہیں ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے لیے مجبور ہیں کہ رازی اپنے استاد جابر کے سوا ساتویں صدی سے لیکر چوتھی صدی قبل مسیح تک کے یونانی حکما کا ان سب علما میں سے زیادہ صاحب دانش و فراست پیر و تھا، جو اسطو کی وفات کے بعد افسوس سال کے عرصہ میں اس دنیا میں پیدا ہوئے، اس کی بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ جادو اور جوش کی فنون ساز یوں پر اعتبار نہ کرتا تھا، کبھی ایسی بات پر ایمان نہ لاتا تھا جو امتحان اور تجربہ کی کسوٹی پر صحیح اور درست ثابت نہ ہو،

علم طب کے متعلق رازی کی متعدد تصانیف کا اس جگہ تذکرہ کسی قدر بے محل ہوگا، لیکن یہ امر قابلِ اذہم ہے کہ رازی نے جابر کے متعلق ایک ایسی جامع اور مکمل تصنیف چھوڑی ہے، جو اس وقت تک صحیح طور پر عربی علم طب میں ایک بے بہا اور درخشندہ گوہر تصور کی جاتی ہے، علم طب پر اس کی سب سے مشہور تصنیف حومی (HAWI) کے نام سے مشہور تھی، جو عربی زبان میں کبھی شائع نہیں ہوئی اور جس کا قلمی نسخہ بھی آج ناپید ہے، دسویں صدی میں علامہ زمان علی بن عباس جو یورپ میں HALLY ABAS کے نام سے مشہور ہے، اس کتاب کی صرف دو مکمل جلدیں تلاش کرنے میں کامیاب ہوا، لاطینی زبان میں یہ کتاب ۱۵۷۷ء میں بے مقام بریشیا (BRESCIA) شائع ہوئی اور پھر شروع میں تمام یورپ میں علم طب کی بہترین اور مستند کتابوں میں شمار کی جاتی تھی،

تَلَخِصٌ فِي بَصَرِ

اوستا د جبر ضومط

شام کے اون عیسائی ادبا میں جنہوں نے پچھلے پچاس برس کے طویل عہد میں عربی زبان کی خدمت کی، اور جدید طریقہ تعلیم سے فیض پا کر عربی زبان و ادب کے قدیم علوم کو نئے قالب میں ڈھلا اور ان کو ملک کا سکہ رائج الوقت بنا دیا، ایک سہی اوستا د جبر ضومط کی بھی فہمی، افسوس ہے کہ انہوں نے ۱۹ جنوری ۱۹۳۳ء کی صبح کو وفات پائی،

وہ فلسفہ میں طالعہ شام کے متصل برج صافقا میں پیدا ہوئے اور وہیں کے مدرسہ میں ابتدائی تعلیم پائی، اُس کے بعد لبنان کے ایک گائون عیہ کے مشن اسکول میں ۱۱ سال کی عمر میں داخل ہوئے، پھر ۱۹۳۱ء میں شام کے مشن کالج میں داخل ہو کر دو برس تک تعلیم حاصل کی وہاں سے اکتوبر ۱۹۳۲ء میں بیروٹ اور ۱۹۳۳ء میں وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر ننگے اور فارغ ہونے کے ساتھ ہی گفتیں کے مدرسہ میں طبیعات اور عربی علم ادب کے مدرسہ مقرر ہو گئے، پھر ۱۹۳۴ء میں اُس جماعت کے ایک رکن مقرر ہوئے جو مہدی سوڈا کی جنگ میں جنرل گارڈن کی رہائی اور بطور کم محاصرہ توڑنے کے لئے روانہ کی گئی تھی، وہاں سے پٹنے کے بعد امریکن کالج بیروت نے ان کو اپنے یہاں عربی زبان کا پروفیسر مقرر کر دیا اور جہاں وہ ۴ سال تک اپنے فرائض انجام دیتے رہے اور اس وسیع مدت میں اُن کے زیر تربیت بہت سے شامی طلباء نے ادبی حیثیت سے شہرت و امتیاز پیدا کیا، لیکن ۱۹۳۵ء میں انہوں نے خرابی صحت

سے پنشن لے لی، لیکن پنشن پانے کے بعد بھی علمی مشاغل میں برابر مصروف رہے یہاں تک کہ وفات سے دو ہفتہ پیشتر بھی اُن کا یہی دلچسپ منہ تھا،

اوستا د جبر ضومط نے اگرچہ پندرہ مختلف مدرسوں میں تعلیم دی اور اس لحاظ سے معلم کا لقب اُن کے نام کا جزد ہو گیا، لیکن وہ صرف مدرس نہ تھے بلکہ اُسی کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کے مصنف بھی تھے، انہوں نے جو کچھ لکھا ہے عربی زبان کے متعلق لکھا ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے سب سے پہلی جو کتاب لکھی ہے اس کا نام "خواطر فی اللغة" ہے اس کے علاوہ اُن کی تصنیف سے حسب ذیل کتابیں ہیں،

(۱) خواطر الاسرار فی النحو والاصواب،

(۲) المعانی الحسان فی المعانی والبیان،

(۳) فلسفۃ البلاغۃ،

سب سے اخیر میں انہوں نے اپنے مضامین کا ایک مجموعہ "عربی علم لغت کا فلسفہ اور اس کی تدریجی ترقی" کے نام سے تیار کیا تھا، جو مطبع المقطف میں چھپا تھا،

ان علمی خدمات کی بنا پر انہوں نے غامی شہرت حاصل کر لی تھی اور تمام ملک ان کی نہایت قدر کرتا تھا پھر جب ۱۹۳۲ء کے موسم سرما میں وہ مصر آئے تو ان کے تلامذہ نے جو وہاں رہتے تھے نہایت شکرانہ طریق سے ان کی پذیرائی کی، ۱۹۳۳ء میں امریکن کالج بیروت میں ان کی جو بی منائی گئی، اور اس طرح اُن کے علم و فضل کا اعتراف کیا گیا، وفات کے بعد بھی اُن کا اسم تھمیز و تکفین اُن کے نمایان شان ادا کئے گئے،

اوستا د جبر ضومط نے عربی زبان کی سب سے بڑی خدمت یہ انجام دی کہ انہوں نے عربی زبان کو موجودہ اصول علم الاسماء کے معیار پر پرکھا، اور دوسری سامی زبانوں کے مقابلہ میں اُسکی اہمیت واضح کی پھر اُس کی بلاغت یعنی معانی و بیان کے پرانے اصول کو فلسفیانہ آمیزش کے ساتھ نئے قالب میں نوجوانوں کے سامنے اس طرح پیش کیا کہ ان کے مذاق اور ان کی طبیعت کے بالکل مطابق

تھی اور اس طرح عربی اصولِ جاہلیت کو ان کی نظروں میں قابلِ قبول بنا دیا، آج ہندوستان میں عربی دانوں کی کمی نہیں عربی مدرسوں کی کمی نہیں عربی علمِ ادب کے مدعیانِ خدمت کی کمی نہیں لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے علماء ہمارے مدین اور ہمارے عربی مدرسے اب تک انہیں پرانے سکون کوئے بازاروں میں رواج دینے کے کوشاں ہیں،

۱۹۲۹ء میں ادب کا نوبل پرائز

گزشتہ سال (۱۹۲۹ء) میں ادب کا نوبل انعام جرمنی کے ایک خوش قسمت ادیب کے حصہ میں آیا جس کا

نام تھامس مان ہے،

پہلے جرمن علمِ ادب کی عام خصوصیت یا وسعہ اور فلسفیانہ خیالات کی آمیزش تھی گزشتہ زمانہ میں جرمنی میں جو مشہور فلاسفہ پیدا ہوئے ہر من علمِ ادب ان کے فلسفیانہ خیالات سے بہت زیادہ متاثر ہوا، لیکن بعد کو وہ ان گراں خیالات سے سبکدوش ہو کر فریج اور روسی علمِ ادب کے ساتھ مذہب و واقعی (ریا) لزم سے متاثر ہوا، پھر جب نقشے نے شوپنہار کے فلسفہ یا س و نا امیدی کی مخالفت کر کے اپنے فلسفہ کی بنیاد قوت پر رکھی، تو جرمن علمِ ادب کا ایک نیا دور شروع ہوا، اور جدید جرمنی کے شباب کی ابتدا اسی کے خیالات کے اثر سے ہوئی اور کا قول ہے کہ زندگی کے آقا بنو اس کے غلام نہ بنو، اور اسی قول نے نوجوانانِ جرمنی کو اس کے فلسفیانہ خیالات و نظریات کا گرویدہ بنالیا ہے، نہایت قدیم زمانہ سے جرمن علمِ ادب میں جذباتی شاعری کے عناصر کی آمیزش پائی جاتی ہے، اور گیتے کے قصاید کا جرمنوں کے دل پر بہت زیادہ اثر ہے، لیکن موجودہ زمانہ میں جرمن علمِ ادب نے ایک بالکل جدید اسلوب اختیار کیا ہے، اور اس جدید اسلوب کے ادیبوں میں تھامس مان مشہور ہیں شہرِ لوبیک میں پیدا ہوا، اور قبضتی سے اس کی عمر کے سولہویں سال باپ کا انتقال ہو گیا، البتہ اُسکی ماں زندہ رہی اور اُس نے اپنے لڑکے کی شہرت کا زمانہ شباب اپنی آنکھوں سے دیکھا،

تھامس مان نے اول اول شہرِ مونخ کی ایک چمکینی بن خدمت کی تھی لیکن یہ کام سکون پسند تھا، اسلئے خدمت کے اوقات میں ایک سارا لکھا کرتا تھا، جو بعد کو ایک جلد میں شائع ہوا، اسکی شہرت کی ابتدا اسی افسانے سے ہوئی اور اُسی وقت سے ملازمت کو چھوڑ کر وہ عقلِ طور پر ادبی خدمت میں مشغول ہو گیا، تصنیف و تالیف کے ساتھ وہ شعر و نثر سبکی میں جا کر لکھ بھی سنا کرتا تھا وہ مونخ سے نکل کر روم میں آیا اور وہاں ایک اخبار کے ایڈیٹر میں اضافہ میں شامل ہو گیا اور وہیں اس نے اپنا مشہور افسانہ بوڈنبروکس لکھنا شروع کیا جس میں شہرِ لوبیک کے ایک شریف خاندان کی عیبتوں کا حال لکھا گیا ہے، اور لوگ اُس سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں،

اُسکو اپنی میں ٹائٹائی کے افسانوں سے بہت زیادہ دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اور وہاں وہ مختلف اخبارات میں افسانے لکھ لکھ کر بھیجا کرتا تھا جو اگرچہ اپنی کی فصاحت میں لکھے جاتے تھے لیکن اُن کے اندر جرمن علمِ ادب کی روح نمایان نظر آتی تھی، اس کے بعد اُسکی متعدد کتابیں پے درپے شائع ہوتی رہیں لیکن اُس کا سب سے زیادہ اہم ناول "DERTOD IN VENEDIC" ہے جس میں اُس نے اپنی پوری ذہانت اور قابلیت صرف کر دی ہے، اور جرمن ادب میں کوئی شخص اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا،

(مق) "ع"

لفظ "تبغ" کی اصلیت

جدید عربی زبان میں تنباکو کو تبغ کہتے ہیں اس زمانے کے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ایک علمی لفظ "تاباک" "TABAC" کی توری ہے، خود قدیم عربی میں اس کے لئے کوئی لفظ موجود نہیں کیونکہ مکثاتِ امر کے سے پہلے اہلِ نوب تنباکو کے وجود سے بالکل نا آشنا تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لفظ "TABASCO" سے مشتق ہے جو غلیج مکسیکو میں ایک جزیرے کا نام ہے اور غالباً تنباکو وہیں پیدا ہوا ہوگا لیکن طرہٴ اُس کے لفظ کے ایک دینے جو اسلامی علمِ ادب کے بڑے حامی ہیں اسکی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے اور

اسلام کے بعد اہل عرب اس لفظ سے واقف تھے اور نبی کو حجاز اور اس کے قریب دجوا میں پیدا ہوتا تھا اور اہل عرب اپنے شعراء میں اسکا ذکر کیا ہے چنانچہ نابط شر کہتا ہے:

کائنات حشمتاً خفياً قوادیمہ
أودا حشمتاً بذی شت و طیار

ابن سید نے محض جلد ۱ ص ۲۴۲ میں لفظ طباق کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک گھاس ہے جسکو بکریان کھاتی ہیں اس کے علاوہ بعض اہل لغت لکھتے ہیں کہ وہ حجاز میں پیدا ہوتی ہے اور اسکو ہرن اور پہاڑی بکرے کھاتے ہیں، اسلامی شعراء میں ابوالعلا رموی نے بھی اپنے شعراء میں اس کا ذکر کیا ہے:

لحم تنصفي غديت اطييب مطعم
وغدا اوهن الشئ والطباق

اور سان اللوب میں ہے کہ طباق ایک گھاس یا ایک درخت کا نام ہے ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ طباق قوادیمہ برابر ایک درخت ہوتا ہے جو نہا کھی نہیں آگتا بلکہ بہت سے درخت ایک ساتھ آگتے ہیں، صاحب قاموس کے نزدیک طباق ایک درخت کا نام ہے جو کہ کے پہاڑوں پر پیدا ہوتا ہے۔

اب اس تحقیق کے بعد پہلا نظریہ بالکل بدل جاتا ہے، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود لفظ ”ناباکو“ یا ”ناباک“ اسی قدیم عربی لفظ ”طباق“ کی تحریف ہے، (مق) ”ع“

رومانیا اور بلغیریا میں مسلمان

اس وقت رومانیان میں مسلمانوں کی تعداد ڈھائی لاکھ ہے جو بکے سب تورانی نسل سے ہیں اور ترکی زبان بولتے ہیں، یہ لوگ زیادہ تر دوبریج کے اطراف میں رہتے ہیں اور ان کی ایک مختصر سی تعداد جزیرہ آظ قلعہ میں دریائے ڈیونوب کے کنارے بھی آباد ہے، ان لوگوں کا ذریعہ معاش زراعت و تجارت ہے، لیکن ان میں دولت مند لوگ کم اور معمولی وجہ معاش رکھنے والے زیادہ ہیں، البتہ ان کی اقتصادی حالت روز بروز ترقی کر رہی ہے،

رومانی حکومت کی طرف سے ان کو تمام تمدنی اور سیاسی حقوق حاصل ہیں، رومانی قوم میں

ان کے افسر موجود ہیں سرکاری کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ان کے طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اور ان میں وکلاء کی ایک جماعت موجود ہے البتہ چونکہ ان کے خیالات میں اتحاد نہیں ہے، اور ان کی مختلف سیاسی پارٹیاں قائم ہیں اس لئے وہ ان حقوق سے کافی فائدہ نہیں اٹھاتے آج سے آٹھ سال پہلے پارلیمنٹ میں ان کے چار ممبر تھے اور اب صرف ایک ممبر رہ گیا ہے۔

مذہبی حیثیت سے حکومت نے ان کے لئے چار مفتی اور چار قاضی مقرر کر دیئے ہیں، اور ہر سال ان کے مدارس و مساجد وغیرہ پر ۲۰ ملین (لاکھ) یعنی ۲۰ ہزار مصری گنی صرف کرتی ہے، مساجد و قواف اور ان کے ملازمین کی نگرانی مفتیوں سے تعلق رکھتی ہے، اور قاضیوں کا کام نکاح، طلاق، وصیت، اور وراثت کے مقدمات کا فیصل کرنا ہے، لیکن اس سال جنوری سے ایک نیا قانون پاس ہوا ہے جسکا فشار یہ ہے کہ تمام تمدنی مسائل ایک سلسلہ میں منظم ہو جائیں اور اس قانون کی بنیاد پر پہلے ایک خاص عہدیدار کے سامنے تمدنی طور پر نکاح ہوتا ہے، اس کے بعد اگر فریقین کی خواہش ہو تو وہ مذہبی حیثیت سے بھی نکاح کر سکتے ہیں لیکن اس قانون میں ترمیم و تسیخ کرنے کے لئے مسلمانوں کا ایک وفد بنا دیا گیا ہے البتہ بعض مسلمان اسی جدید قانون کو قائم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں،

آج کل تبدیل رسم الخط کے مسئلہ نے مسلمانان بلغیریا میں سخت اختلاف پیدا کر دیا ہے بعض نوجوان مسلمان چاہتے ہیں کہ اسلامی مدارس میں عربی رسم الخط کے بجائے لٹین خط رائج کیا جائے چنانچہ بعض مدارس میں ایسا رواج بھی ہو چکا ہے لیکن بعض مدارس میں اب تک وہی قدیم عربی رسم الخط جاری ہے، اور اس مسئلہ کے تصفیہ کیلئے اسلامی کانفرنس میں جو صوفیہ میں منعقد ہوئی تھی بحث بھی ہوئی، لیکن اس بحث و مباحثہ کا نتیجہ اب تک کچھ نہیں نکلا،

حکومت بلغیریا نے ایک مسودہ اس نوض سے بھی پیش کیا تھا کہ مسلمانان بلغیریا پر بھی عام بلغیرین قانون نافذ کئے جائیں اور ان کے جو شرعی محکمے قائم ہیں تو ردے جائیں لیکن رئیس مفتی اور بعض مسلمان ممبران

کی مخالفت کے بہت سے اس نے اس کو واپس لے لیا، اور سر دست نکاح، طلاق اور یتیم وغیرہ کے تمام عقدمات اول اول ابتدائی شرعی محکموں میں فیصل کئے جاتے ہیں اور انکی آخری اپیل بمبارقہ کے صدر کے یہاں ہوتی ہے جو صوفیہ میں قائم ہے۔ (۱۱) "ع"

کایا لپٹ

اگلے زمانہ کے بوڑھے خاندان میں سے جب کو قانون فطرت کے عجائبات کا حال کم معلوم تھا کسی

اپنی بیوقوفی سے یہ شعر کہا تھا،

جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی جو آ کے نہ جاے وہ بوڑھا پا دیکھا

پہلے تو دور دور سے سنتے رہے کہ یورپ میں بوڑھوں کو آپریشن اور نوجوان بندروں کی گلیٹیون کا پیوند لگا کر جوان بنایا جا رہا ہے، دوہینے ہوئے کہ یہ روداد خوب ہندوستان میں پیش آئی اور کلکتہ کے ایک دولتمند ماڑوٹری میاں بیوی نے دو لاکھ روپے خرچ کر کے یورپ سے ایسے ڈاکٹروں کو بلوایا اور اپنے آپریشن کرا کے اور بندروں کی گلیٹیاں لگا کر جوان بننے کی کوشش کی گئی چنانچہ یہ کامیاب آپریشن کیا گیا، اور دونوں اپنی اپنی جوانی کے منتظر ہیں، یا شاید اس اتنا میں ہو چکے ہوں،

ڈاکٹر جارج ولسکی نے پیرس کے فرینچ رسالہ ایرنوویل میں جوانی اور بوڑھاپے اور عمر کی درازی پر ایک مضمون لکھا ہے جس میں وہ کہتے ہیں۔

جوانی کے ہونے کے معنی عمر کے بڑھانے کے نہیں ہیں بلکہ مرث بوڑھاپے کی کمزوری کے انسداد اور زندگی کے نشاط کو کسی قدر بڑھا دینے کے ہیں بوڑھاپا صرف جسمانی قوی کے نقصان اور کمزوری کا نام ہے، موجودہ زمانہ کی ایجادوں نے جہاں بگڑا فائدہ پہنچایا ہے، وہاں ہمارے جسمانی اور دماغی قوی کو فطری مقدار سے بہت زیادہ تھکانا شروع کر دیا ہے، موٹر ٹیلیفون، ریڈیو، سینما وغیرہ انسان کو بہت زیادہ تھکا دیتا ہے اس کے اعصاب کو صدمہ پہنچا رہی ہے اس تھکان اور افسانہ بے اضطراری کے لحاظ سے کھانا صبح سے کہتا ہے ایک دن کی محنت گزشتہ زمانہ کے دس دن کی محنت کے برابر ہے،

اسی طرح ہر روز اخبارات کی حق افزا خبریں، دنیا کی روداد میں تباہی و بربادی کی آوازیں ہر گوشہ سے ہلکے متاثر کرتی رہتی ہیں اور ہمارے بوڑھاپے کو ہمارے بزرگوں سے پہلے ہم تک پہنچا دیتی ہیں،

اس زمانہ میں بہت سے ایسے افسانے اور قصے لکھے گئے ہیں جنہیں جوانی کے دوبارہ آنیکے خوش آئند خیالات ظاہر کئے گئے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ ہم خواب خیال کی دنیا میں ہیں، بوڑھاپے کے انسداد کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بوڑھوں کو از سر نو جوان بنا دیا جائے بلکہ یہ ہیں کہ جوانوں کو جلد بوڑھے ہونے سے باز رکھا جائے،

تاہم ہمیں شک نہیں کہ ہمارے بعض ماہر طب کے لئے بھی کوشش کر رہے ہیں کہ بوڑھوں کو بھی جوان بنا دیں، مولیٰ نے یہ تحقیق کر کے بتایا ہے کہ بہت بوڑھے واقعی جوان ہو گئے، کیونکہ بوڑھا پاجیبا کر کہا جا چکا کہ حرف نکلیں اور کمزوری کا نام ہے اس لئے بہت سے ایسے فہرست لوگ بھی ہیں جو چالیس ہی برس کی عمر میں بوڑھے ہو گئے، اور بہت سے ایسے ہیں جو ساٹھ برس کی عمر میں بھی پٹھے بنے پھرتے ہیں، اور ایسے بھی ہیں جو گزشتہ کئی عرصہ کو پہنچ گئے ہیں لیکن انکی روشنی اور دانستہ سادستیاں اور اسی عمر میں دوسرے ان تمام فطری عیظوں سے محروم ہو جاتے ہیں،

بہر حال جوانی کے دوبارہ چھل کرنے کے پانچ طریقے اب تک دریافت ہو چکے ہیں پہلا سٹینڈر کا طریقہ جو گوخو اسکے اور اسکے شاگردوں کے پے تو مفید ہو گا مگر دوسرے میں کامیاب نہ ہوا، دوسرا دور و فوف کا طریقہ جس کے نتائج خوش انداز ہیں، مگر اسکا آپریشن بہت خطرناک ہے، تیسرا آسٹریا کے ڈاکٹر دوپلر کا طریقہ اور چوتھا برسکے کا طریقہ جس کا خلاصہ میل کے جرائیم کی پکچاری اور جو کثرت اور مرد و نون کے لئے کارآمد ہے، پانچواں طریقہ میرا ہے اور وہ کسی نوجوان کے خون کا بوڑھے جسم کے اندر داخل کرنا ہے، یہ طریقہ خطرات اور مشکلات سے پاک ہے، اس میں روز فعل کا عمل کمیا ئی ہے، بیا لوجی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، ہمیں معلوم نہیں کہ خون میں کون سا مؤثر جز ہے جو اس اثر کو پیدا کرتا ہے، (۱۲)

”س“

اَشَارَةُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت مولانا ارشد حسین جھٹا جدی راپوری ایگزیرمانہ کے بڑے حبیب عالم تھے، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے خاندان سے تھے اپنے زمانہ میں فقہ حنفی کے مشہور شراح تھے بڑے بڑے باکمال لوگوں نے ان سے درس لیا حفرة الامت و علامہ بلخانی بھی ان کے تلامذہ اور متفیدین میں تھے،
۱۳۰۰ھ میں وفات پائی یزدیل کا فارسی خط بھی اسی سنہ کی تحریر ہے، (معارف)

زان رومی کہ چشم تست احوال معبود تو پیر تست اول

رشتات میں الحیات حضرت مشایخ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات میں مولانا علی بن الحسین کا شفی المخلص جعفری علیہ الرحمۃ کے تالیفات سے مشہور کتاب اس کا ایک نسخہ قدیم خوش خط لکھا ہوا حضرت اقدس مولانا و مرشدنا حافظ سید فرزند علی محدث نقشبندی جدی علیہ الرحمۃ نے ہجرت سے پہلے بچے مرحمت فرمایا تھا وہ اب تک میرے کتب خانہ کی زینت اور باعث خیر و برکت ہے،

اس کتاب میں میر حسین علیہ الرحمۃ کا شعر مذکور بالا ایک موقع پر لکھا ہے جب میں نے پڑھا تو بخوبی سمجھ میں نہیں آیا اتفاقاً وقت سے حضرت مولانا قدس سرہ سے اس کا مطلب پوچھ سکا تو میں نے حضرت مولانا ارشد حسین احمدی جدی علیہ الرحمۃ سے جو بڑے نامی درویش اور عالم اور فقیہ تھے اور دارالریاست رام پور میں تشریف رکھتے تھے اس کا مطلب بذریعہ تالیف کے دریافت کیا، جناب محمد وح کی عنایت میرے حال پر بھی آپ نے اس کا جواب بذریعہ خط کے تحریر فرمایا وہ خط اس وقت تک خوش قسمتی سے محفوظ رہ گیا ہے، اس خط کو چھتیس سال سے زیادہ مدت گزری ہے لیکن نقل معارف میں چھاپنے کیلئے بھیجا ہوں امید ہے کہ ناظرین معارف میں سے جن لوگوں کو تصوف اور اس قسم کے اشعار سے دلچسپی ہوگی شوق سے پڑھیں گے اور متفید ہوں گے، والسلام علی البررة الکرام فقط (محمد اعجاز حسن)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وسلام علی عباده الذین مطہقے، ارشد ارشد حسین جھٹا جدی راپوری صاحب غلطی مولوی محمد اعجاز حسن صاحب فقہم اللہ سبحانہ پس از سلام سنون مطالعہ نمایند قریہ کرید سید جواب مسئلہ مستفسر علیحدہ نوشتہ بنور دقیمہ می فرستم و انچه از شعر مذکورہ رشتات پر سید ہم بیان فرمائیں کہ معاملہ عابد با معبود آنست کہ چون و چرا در اطاعت استمار و امر و انتہای نواہی معبود عابد را نمی رسد و اگر از عابد در این امور و ظاہر یا در باطن واقع شود خلاف عبادت است پس ضابطہ مرستی نسبت شیخ کامل در ابتدا ہمین است کہ ہر چہ مفقود از حدیدی خواہد بہمان بجا آرد و علم و ادراک خود و اندیشہ نفع و ضرر و عزم و تلاش کبیر ترک نماید و چون و چرا را در افعال و احکام و امور شیخ را نہ بد چنانچہ حافظ شیرازی اشارہ بدین معنی می فرماید

بھی عبادہ رنگین کن گرت پیرخان گوید کہ سناکت خبر نبود ز راہ و رسم منزہا

پس در شعر مذکور می فرماید کہ معبود تو در اول یعنی ابتدا سے ارادت و شروع سلوک پرست یعنی چنانکہ عابد را با معبود گنجائی چون و چرا نیست چہنیں ترا کہ تعلیم راہ سلوک می خواہی بانی خود گنجائش چون چہر نیست زیرا کہ چشم تو احوال است و این چون و چرا از ہمان حوال پیدا شد کہ بسبب حوال حکم حق را کہ بر زبان پیر کامل نافذ است غیر حق و حکم حق می دانی پس اندیشہ کنی و گوی کہ این امر چہر کہ خلاف مقصود من است و آن چہر کہ کم مرانافع است درین صورت از راہ و رسم مریدین دور رفتی و سرمایہ استعداد از دست دہی لہذا می فرماید زان رو کہ چشم تست احوال مقصدا سے آل یک شے را و مریدین سے بعضی کے آن حکم پیرانہ حکم حق قرار دہی لہذا می باید کہ بخود را معبود خود دانی چون و چرا در احکام و بکار می دہی شیخ کامل متفق نخواہی شد و بعد حصول مناسبت معتد بہا و ملکہ اخذ از جانب حق حاجت این چنین اتقیا و عبادت نیست فقط انیت مختصر بیان شعر و اللہ سبحانہ اعلم، (مرقومہ ۱۳۱۱ھ)

اختیار علیہ

بجلی کا باغ

چند ماہرین زراعت سویڈن کے پایتخت اسٹاکہولم میں پودوں میں بجلی کے اثرات ڈال کر زراعت کی ترقی کے وسائل کا تجربہ کر رہے ہیں کہ برقی رو دختوں کی بالیدگی میں معاون ہو سکتی ہے یا نہیں۔ چنانچہ آجکل ان کے تجربوں کی جولانگاہ ایک باغ ہے اس باغ میں زیر زمین ایک ایک قدم کے فاصلہ پر بجلی کے تار نصب کر کے ان کو اوپر سے پختہ اینٹوں سے پاٹ دیا گیا ہے اور پھر ان اینٹوں پر مٹی ڈال دی گئی ہے، اور اس طرح بجلی کے اثر کو دختوں میں منتقل کرنا چاہا ہے، اگر ان دختوں نے اثر قبول کر لیا تو وہ جلد سے جلد نشوونما پا کر پھلنے لگنے لگیں لیکن ابھی تک اس کے کسی نتیجہ کا اعلان نہیں ہوا ہے۔

بحرور کے درمیان سلسلہ لاسکی

بے تار کی برقی خبررسانی کی ایجاد کو ابھی تھوڑا سا زمانہ گزرا ہے، مگر اب اس کا استعمال عام ٹیلیفون کی طرح جا بجا ہونے لگا ہے، اور نیز اس کی مزید ترقیوں کی جدوجہد کا سلسلہ جاری ہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک کوشش یہ جاری تھی کہ بحرور اور خشکی و تری کے درمیان بھی اس کا سلسلہ جاری کر دیا جائے کہ بحرور خشک میں سفر کرتا ہوا ایک تاجر اپنے نیویارک کے دفاتروں سے ہدایت و نگہداشت کا سلسلہ جاری رکھے کہ چنانچہ ان کوششوں کا تذکرہ ان صفحوں میں ایک سے زیادہ مرتبہ کیا جا چکا ہے، اب اس سلسلہ کی آخری کڑی یہ ہے کہ نیویارک سے بحرور پر کامیاب ثابت ہو گئی، اور امریکہ نے اس کے افتتاح

کا اعلان کر دیا چنانچہ نیویارک کی ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کمپنی امریکہ کے صدر رٹھرفورڈ نے امریکہ کے ایک جہاز "لو یاختان" سے بے تار کی بجلی کے ذریعہ گفتگو کی، یہ جہاز یورپ کی طرف جا رہا تھا اور اگرچہ گفتگو کے وقت امریکہ کے ساحل سے صرف ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر تھا لیکن خیال ہے کہ اس میں فاصلہ کی کمی و بیشی کچھ اثر انداز نہ ہوگی گفتگو صبح ۱۰ میل کے فاصلہ سے کی گئی ہے اسی طرح ۵۰۰ میل کے فاصلہ سے بھی آسانی ممکن ہے، بحرور جفرڈ نے توقع ظاہر کی ہے کہ غریب دنیا کے ہر بڑے جہاز میں لاسکی کا ایسا سلسلہ قائم ہو جائیگا جس سے بحرور کے درمیان سلسلہ گفتگو قائم رہ سکے،

خطہ منجہ جنوبی و قطب جنوبی کی ایک جغرافیہ

دور حاضر کے علم جغرافیہ کی ترقیوں میں قطب جنوبی و شمالی اور خطہ منجہ شمالی و جنوبی کی تحقیقات و اکتشافات کو نمایاں درجہ حاصل ہے جس کا سلسلہ گزشتہ صدی کے نصف آخر سے جاری ہوا ہے اس سلسلہ میں امریکہ کے مشہور معروف باہمت نوجوان کمانڈر برڈ کی لاثانی جدوجہد سے ان مقامات خصوصاً خطہ منجہ جنوبی کے متعلق اس ناواقف دنیا کو بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے، اگر خطہ منجہ جنوبی کی تحقیقات کا اہم سلسلہ ۱۹۰۹ء سے کمانڈر پیری کی سرکردگی میں جاری ہوا لیکن اصل اکتشافات ۱۹۲۶ء میں حاصل ہوئے، جبکہ کمانڈر برڈ خطہ منجہ جنوبی کی تاریخی مہم سے واپس آیا اور پھر آجکل اسی کے ہاتھوں اس کی اہم ترین مہم انجام پا رہی ہے جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہو چکا ہے چنانچہ حکومت ولایت متحدہ امریکہ نے اس کی موجودہ مہم کی ساعی کے صلہ میں اس کو "امیر البحر" کا خطاب عطا کیا ہے، اور وہ اپنے سفر سے فارغ ہو کر واپسی کے لئے روانہ ہو چکا تھا اور باشندگان امریکہ اپنے اس قابل فخر ہم وطن کے لئے چشم براہ تھے کہ اس کی آمد کے بعد اس کی اس عید سرفرازی پر تہنیت کے جلسے کر کے اس کی خدمات کا اعتراف کریں گے، کہ یکا یک بحرور ساکن ہو گیا، جس سے اس کا جہاز وسط

سندھ میں لکھا گیا ہے لیکن مسرت ہے کہ جہاز کے مسافروں کے پاس خورد و نوش کا اتنا وافر سامان موجود ہے کہ وہ اس موسم کو بآسانی گزار سکیں اور برف پگھلنے کے بعد امریکہ واپس آجائیں گے۔
 دوسری طرف انگلستان کا ایک وفد سر ڈیوگلس ہوشن کی سرکردگی میں گذشتہ ماہ اکتوبر میں قطب جنوبی کی طرف روانہ ہوا ہے، بیس وفد نے روانگی سے پیشتر ایک بیان شائع کیا تھا کہ ان کے جہاز کا راستہ قطب جنوبی کے اس پہاڑی سلسلہ کے محاذات میں ہوگا جبکہ چٹانیں سمندر تک ڈھالوان چلی آئی ہیں اور وفد کے چنار کان وہاں کی خشکی کے بعض حصوں پر تحقیقات کے لئے اتر جائیں گے اور جہاز آگے روانہ ہو جائیگا، توقع ہے کہ یہ جماعت اسی ماہ اپریل میں اپنی ہم سے فارغ ہو کر واپس آجائیں گی۔

صحرا کا اثر بارش پر

کنیاد شمالی افریقہ کے "خاکہ جنگلات" کے افسر علی سرنگلس نے "صحرا کا اثر بارش پر" کے عنوان سے ایک مبوط تقریر کی ہے جس میں انہوں نے اس نظریہ کی تردید کی ہے کہ بارش کی کمی اور زیادتی میں صحرا کا اثر نہیں ہوتا، اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ملک کے صحرا وہاں کی بارش کے ہونے اور نہ ہونے میں اثر انداز ہوتے ہیں، اور اعداد و شمار سے واضح کیا ہے کہ جن ممالک میں جنگلوں کی کثرت ہے وہاں بارش عام مقامات کی نسبت ۲ فی صدی زیادہ ہوتی ہے، لیکن اہل علم کا خیال ہے کہ سرنگلس اپنے نظریہ کے دلائل پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں،

۱۹۳۰ء کی یادگار صد سالہ محلیں

سال روان ۱۳۵۰ء کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں مختلف ماہرین علوم جدیدہ کی یادگار کی صد سالہ محلیں منعقد ہونگی چنانچہ حسب ذیل اہل علم کی ولادت یا وفات پرتو سال پورے ہوتے ہیں،

شہور ماہر فلک کپلر کی وفات کو اس سال تین سو سال پورے ہونگے،
 جو من ماہر کیمیا انگل کی ولادت کے ۱۰۰ سال پورے ہوتے ہیں کنگل وہی شہور سہتی ہے جس نے قدیم و جدید علم کیمیا کے درمیان نئے تجربوں اور نظریوں سے مابلا امتیاز حد فاصل قائم کی اور اسی کے ہاتھوں جدید علم کیمیا کی بنا پڑی،

اور اسی طرح شہور ماہر فلکیات بوچار دی سارون، اور فرانسیسی ماہر فلک مسیبا کی پیدائش کے دو سو سال پورے ہو جائیں گے،

اور ماہر طبیعیات نور سیب کی وفات کے تلو سال گذر جائیں گے،
 اس سال ان تمام اہل علم کی صد سالہ یادگارین مختلف مقامات پر مختلف تاریخوں میں منائی جائیں گی،

بارش کے جبر حصول کی کوشش

ہانک انگلین گذشتہ ماہ جون تک کامل ایک سال تک بہت کم بارش ہوئی جس سے زراعت کو اس درجہ سخت نقصانات پہونچے کہ حکومت برطانیہ کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا، حکومت نے اپنی طاقت کی نمائش ابرو باد پر بھی کرنی چاہی اور موائی جہازوں کے ایک بڑے سے سیاہ د بادل ابر پر چڑھائی کی کہ وہ اول گھنگھو گھٹاؤں پر حملہ آور ہوں جو ہانک انگل کی فضا پر گھٹاؤ کے چھاتی ہیں اور سرزمین کو سیراب کئے بغیر چھٹ جاتی ہیں لیکن حکومت برطانیہ کی یہ مہم ناکام رہی، دست قدرت نے اپنی شان جبروت سے مقابلہ کیا، اور آسمان کی بادشاہت دنیا کی ب سے بڑی بادشاہت پر اس کے تمام ایجادات و اختراعات سے مسلح ہونے کے باوجود غالب آئی، اور قدرت سے جنگ آزما سپاہ کو ناکام و نامراد واپس آنا پڑا،

ابن سینا

رباعیات

علوم جدیدہ اور حقائق
از

لسان الحکیم شمس العلماء عبد الرحمن شاطر مدد راسی

حضرت شاطر نے جب کمال فلسفہ کو شاہی کے قالب میں ڈھالنا ہے حسب ذیل رباعیان ہم کو
عنایت کی ہیں ناظرین بن جو صاحب کسی رباعی کے معنی نہ سمجھیں وہ اس کا حل ڈاکٹر سرفراز
سے کر لیں ہم سے نہ دریافت فرمائیں کہ اس میں ہم بھی انہیں کی طرح کورسے ہیں، (معارف)
اسما کو ظہور میں تعطل ہے محال یعنی متجدد ہیں دام امثال
مغرب پر کوانٹم تصوری سے کھلا انہماق جہاں نامے صوفی کا حال

سائنس کی فکر میں ہے گرگٹ کا حال منطق ہے فلسفی کی، مگر ہی کا جال
اڈگٹن بھی ہے قیامت کا مقدر سمجھا ہے اسکو انشٹرائپی کا مال

جب صفر کی قوت کو پہنچتے ہیں عدد کھودیتے ہیں فرق نسبتی بن کے احد
تمثیل سے بھی درست ہے اندال لے شاطر! لے نیستی سے لے تو بھی مدد

۱ = ۱
۵ = ۵
۱۰ = ۱۰
۲۰ = ۲۰
۵۰ = ۵۰

وہ مغرب بن گیا جو سادہ تھا طفلہ جو کرسے زاویہ حیرت سے کیا
دیکھا نہیں کاربن کو سیال کبھی نابالغ پیر کو بھی اکثر دیکھا

ایتھر خدایں نہ تو حرکت ہے محال معدوم ہوا ایتھر تو ہے باقی اشکال
ہم دیکھتے بھی ہیں، آنکھ بھی ہے محفوظ اس راز کو سمجھے عقل کی کیا ہے بحال

ابے، یہ فرکس اور ریاضی کا بیان محصور نہیں، گوتما ہی ہے مکان
ہے کوئی؟ جو امریکہ و یورپ سے کہے شاطر سے سنو راز مکان، ستر زمان

سچ ہے کہ نہیں سنت حق میں تبدیل مانا کہ مظاہر میں ہے ربط تعلیل
گھٹتا بھی ہے بڑھتا بھی سردی سے آگ قانون کی کس اصول پر تشکیل

فریادِ بحر

از

جناب محمد اسد خان، بی، اے، (لٹن)

فغان کہ اہل وطن را بہ درختِ خبری زیرِ راہ گشتگان، می کنند راہ بری
خضر گم است خود اندرِ بوم را ہر زمان کہ در لباسِ خنجر می کنند جلوہ گری
بعدِ راہنمائی شکستہ پائے چہند بدوش ہمفران اند گرم رہ سپری
بیہج کار جہان رہ نیافتد مگر کہ اختیار نمودند پیشہ خنجر سوری
برآمدند بہ دعوائی تابشِ خورشید و لے شدند نہان چون تارِ سحری

چو ہر یکے بہ فریب کسے گرفتار است چو سود بردگران طعنہ ہای کم نظری
برو آسہ در منزل رسیدگان برگیر
نحوہ رہبر افسون طراز ہمسفری

کیف سخن

از

مولانا کیفی چریاکوئی خلف الصدوق سناذنا حضرت مولانا محمد فاروق چریاکوئی،

یہی گم ہو کے ہم کو نین کا حاصل سمجھتے ہیں کہ اس کوچے کے ہر ذرے کو اپنا دل سمجھتے ہیں
ہمارے دل پر اپنا نقش کھینچو نوکِ خنجر سے سو اس کے ہے جو کچھ ہم سے ہل سمجھتے ہیں
یہی ہوا انتہا و وسعت صحراے ناکامی جہاں دل ٹھہ جاتا ہی وہیں منزل سمجھتے ہیں
دفعہ شوقِ نظارہ سے آنکھیں بند کر لیں گے کہ ہم اپنی یہ خلوت آپکی غفل سمجھتے ہیں
ترسی آنکھیں پھرین تو عمر ہستی کنگلی ساقی زے کھینچے کو میکش خنجر قاتل سمجھتے ہیں
مری عمر روان سے ناخدا سے دل پہ کہتا ہی یہ کشتی آکے ڈوبی لب ساحل سمجھتے ہیں
کسی کروٹ ہو دم لیتا نہیں تو نامِ فرقت یہ ہو گی صبحِ محشر اضطرابِ دل سمجھتے ہیں
دلِ بیابان کو لیکر چلے ہیں سو سے بچا نہ بقدرِ ظرف ہم ساقی کو دریا دل سمجھتے ہیں
سمجھتے ہیں آئینِ کتا کسی سے اور کیا مانگین گدائے تجھے کو نین کا حاصل سمجھتے ہیں
نظر آتا ہے آئینِ مہر طرف ہر ذرہ ہر گانہ سیکھتی کو اپنی آنکھ کا ہم مل سمجھتے ہیں
کیونچہ بخشِ بیانی ہے چارہ گر نہ سمجھیکا تڑپنے لوٹنے کی انتہا بسمل سمجھتے ہیں
بنے جزر و مرج کیا چارہ گردن سنا امیدتیں جسے آسان ہم سمجھے ہیں مشکل سمجھتے ہیں

اگر نکلے تو پتی رز کو جان بھین گے نہ نکلے یہ اگر دل سے تو داغِ دل سمجھتے ہیں
یہ لمحے زندگانی کے چمک میں موز پناہی نگاہِ برق اس خرمین کا ہم صل سمجھتے ہیں
نہ شوقِ پائمالی نہ ذوقِ سر فرازی ہی خدا جانے مرے دل کو کس قابل سمجھتے ہیں
دل بخود کی بن آئی جنوں کا فرما سے وہ دیوانے ہیں جو اس ست کو غافل سمجھتے ہیں
کمالِ نسان کا شوقِ آرزو نے کھو دیا کیفی
یہ دل سینے میں جہنم داغِ مہِ کال سمجھتے ہیں

شعر المہند

حلاؤل

مصنفہ

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی

جس میں قدامت کے دور سے لیکر دورِ جدید تک اردو شاعری کے تمام تاریخی تحریکات و انقلابات کی تفصیل کی گئی ہے اور ہر دور کے مشہور اساتذہ کے کلام کا باہم موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے کتابت اور کاغذ اعلیٰ ہے ضخامت ۴۴۵ صفحے قیمت: للہ

حصہ دوم

جس میں اردو شاعری کے تمام اصناف یعنی غزل، قصیدہ، مثنوی اور مرثیہ وغیرہ پر تاریخی و ادبی حیثیت سے تنقید کی گئی ہے، کاغذ اور کتابت اعلیٰ ضخامت ۴۵۵ صفحے قیمت: للہ

بِالِتَّقْوَىٰ وَالتَّحْقُقِ

ماہ نو

آج سے چھ برس پہلے کا زمانہ گذرا کہ فروری ۱۹۲۲ء میں ڈاکٹر سر اقبال نے محمد اکبر میر نام ایک نوجوان شاعر کا فارسی کلام میرے پاس بھیجا جس کا مطلع یہ تھا،

سُتَرِ بَانَا! بیا! بر بندِ محفل کہ دارم عزمِ خاکِ پاکِ بغداد

اور کھا کہ یہ نوجوان جو ہر صالح اور فارسی کا اچھا مذاق رکھتا ہے اور آج کل ایران کی سیاحت میں مصروف ہے، میر صاحب کی یہ نظم مارچ ۱۹۲۲ء کے معارف میں تھوڑی سی تہید کے ساتھ شایع ہوئی، غالباً ہندوستان میں میر صاحب کا یہ پہلا تعارف تھا جو معارف کے ذریعہ انجام پایا، اس کے بعد بھی معارف میں وقتاً فوقتاً انکی اکثر فارسی اور بعض اردو نظمیں شایع ہوتی رہیں،

”ماہ نو“ کے مجموعہ کا خیال جب میر صاحب کو آیا تھا تو انہوں نے اپنی مہربانی سے یہ تمام کام میرے مشورہ سے کرنا مناسب سمجھا اور اسی تعلق سے وہ مطبع معارف میں چھپا، اور کہتے ہیں کہ اچھا چھاپا ادبائے ہند میں شمس العلماء آزاد پہلے شخص ہیں جنہوں نے عروس شیراز کے عشق میں ایران کی خاک چھانی اور واپس آئے تو خندان پارس کا تحفہ اہل وطن کے سامنے پیش کیا یہ تو اگلے زمانہ کے بومعون کی بات تھی اب اس نئے زمانہ میں نوجوانوں کو بھی اس میدان میں اپنی بہت دکھائی چاہئے تھی یہ کام پروفیسر محمد اکبر میر صاحب نے انجام دیا، اس زمانہ میں ایک گریجویٹ کیلئے ولایت سرحد کے بجائے مشرقی ”ولایت“ کا سفر ”دراست“ سے کم نہیں، جہاں سے نہ ال ال ڈی، نہ پی ایچ ڈی

نہ اور کسی حرفِ ابجد کی ڈگری مل سکتی ہے، اور نہ وہاں سے کامیاب واپسی پر کسی سرکاری قدر و منزلت کی امید ہو سکتی ہونہا فارسی زبان دانی کا ذوق و کمال پیدا ہونا تو اس بازار میں اس متاع کا کوئی کام نہیں باقی ہے میر صاحب کا اسفند و کیمبرج یا لندن جا کر کسی قلمی فارسی کتاب کو اڈٹ کر کے فارسی کی ڈگری کی ڈگری لانے کو چھوڑ کر شعری و حافظہ کے مزاروں کی زیارت اور ان کے مکات و طین کی گلیوں کی خاک بیزی اور خاک بازی، اس زمانہ میں ان کا وہ سب سے بڑا علمی اثنا ہے جو وہ کر سکتے تھے، اور یورپ کے پرنسپل اسکالرس کی بخشی ہوئی ڈاکٹری کی ڈگری سے ماہ نو کا مجموعہ اہل نظر اور ارباب کمال کی نگاہوں میں زیادہ با وقعت، زیادہ مستند، زیادہ روشن اور زیادہ بلند ہے وہ فارسی دانی کی کاغذ کی خرضی دستاویز نہیں ہے بلکہ ”آفتاب آمد دلیل آفتاب“ ہے، ہر زبان کی طرح فارسی زبان بھی پہلے سے بہت کچھ بدل گئی ہے، الفاظ نئے پیدا ہو گئے ہیں محاورات نئے بن گئے ہیں، خیالات میں انقلاب ہو گیا ہے، بحرین نئی نئی استعمال میں آگئی ہیں اور ان سب سے مل کر اب نئی فارسی زبان معرض وجود میں آگئی ہے، اور اب یہی ایران کی مقبول عام زبان اور دلپند شاعری بن گئی ہے، ہندوستان نے متود مسلمان سے لیکر آج تک پرانی فارسی کے بے شمار شاعر اور استاد اس ملک میں پیدا کئے جن میں خضر بن غالب غیر محدود ایسے شاعر پیدا ہوئے جنکی تہذیب ہند کی بات میں بلاشبہ میرزے سے کم نہ تھی جب فارسی زبان نے اپنا قالب لایا اور اس فارسی غانگہ رنگ کے بجائے غارہ رنگ سے اپنی زیبائش و آرائش کی ہے، ضرورت تھی کہ فارسی کے اس ”جمال نو“ اور ”حسن تازہ“ کے کچھ قس و داتق ہماری سرزمین میں بھی پیدا ہوتے اس اولیت کا فخر پروفیسر اکبر میر کو حاصل ہے کہ وہ سب سے پہلے ہندوستانی ہیں جنہوں نے اس نشت نور دی کا حوصلہ کیا اور اسکے عشق میں اپنا مال و متاع لٹایا اور آخر اس ”حور پارس نثراد“ کو لیکر خوش خوش گھر لوٹے، اس لئے ماہ نو کے مصنف کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ وہ ہندوستان میں نئی فارسی کے سب سے پہلے نئے شاعر

ہیں جنگو ایران کے پرانے مشاعروں نے بھی ہندوستان کا نیا کامل شاعر تسلیم کر لیا، شروع میں مقدمہ کے بعد "مشاعرو آفتاب بہار" کے عنوان سے جدید شاعرانہ فارسی نثر ہے اسکے بعد فارسی نظمیں شروع ہوتی ہیں، اولک آغاز ایک پیشکش ہے جو نکتہ چین نقاد حضرات کے نام ہے جنگو "معصومانہ مشاعرہ تعلی" کی ایک اچھی مثال ہم کہہ سکتے ہیں،

مشمع حفر زادہ طبع جوان من این قطره آب و دانہ گوهر شود ہی
چین بر چین مفلک گردانم تہی است کین آسمان شام پراخت شود ہی
بے برگ مسازمینی اگر بیکر ہلال عیش کن کہ ماہ منور شود ہی
خندان مشوبہ گریہ این اختر سحر کز اشک او برون رخ خاور شود ہی
زین خون کہ قطره قطره چکد از چشم دلم گیتی بساط لاله احمر شود ہی
آسان میگر گرمی اندیشہ منیر کین طفل شعلہ مادر آذر شود ہی

یہ نیا دیوان پرانے دیوانوں کی طرح کسی سلطان و امیر کے نام نہیں، بلکہ حسن عشق اور آزادی کے نام سے ہے، اس کے بعد یہ نظم

شدہ وقت آن کہ برون زخم رم تیغ آئینہ فام را
بہر اسی طرح نسیم مصطفیٰ نیک صبا غازی مصطفیٰ کمال نسیم صبا نیک ماہ، آئینہ جمال رویہ طہران پھر
شتر بانا بیا در صفہاں انداز گل را
پھر، ساقی تو خود بگو کہ نوشم کدام را
پھر، قضاے خوشنیتن در پنجرہ گردون نمی خواہم

ان کے بعد خوشہ پر دین، خون خیزان وغیرہ نظمیں ہیں ان میں سے اکثر نظمیں خود ایران کے مختلف شہروں میں لکھی گئی ہیں اور ان کے لئے خود اہل زبان سے داچین حاصل کی گئی ہے، کلام

میں بے حد خوش خروش زور و قوت اور فطرت پرستی کے مظاہر میں زبان کا لطف اور محاورات کی شہرخی مزید ہے،

دیوان میں فرضی حسن و عشق والی غزلیں نہیں ہیں، جو کچھ ہے وہ حسن فطرت اور آزادی کا ترجمہ ہے، یہ وہ صدائیں ہیں جو موجودہ ماحول کے ہر درد و دیوار سے جند ہو رہی ہیں، ضرورت ہے کہ انگریزی اسکولوں اور کالجوں کے فارسی نصاب میں ان خیالات کو داخل کیا جائے اور پرانی شاعری کیساتھ ساتھ نئی شاعری کے نمونے بھی طلبہ کو دکھائے جائیں، نیز فارسی زبان کے پرانے قدر شناسوں سے بھی التماس ہے کہ اس مادرِ نوسے لطف اٹھا کر فارسی کے اس نوجوان شاعر کی قدر کریں، قیمت عاریتہ: پروفیسر اکبر منیر گورنمنٹ کالج اٹک، "مس"

خطبات مدراس

مولانا نے پچھلے سال مدراس میں سیرۃ نبوی کے مختلف پہلوؤں پر آٹھ خطبے (لکچر) دیے تھے، جو نہایت مقبول ہوئے، اور مسلمانوں نے انکو بھی پسند کیا، ان آٹھ لکچروں میں نہایت مؤثر الفاظ میں، تاریخی دلائل کے ساتھ آنحضرت صلعم کی سیرۃ مبارکہ اور آپ کی تعلیمات کا عطر اور خلاصہ پیش کیا ہے، یہ اس لائق ہیں کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں میں ہدیۃ تقسیم کئے جائیں اور عربی مدرسوں اور مکتبوں اور انجمنوں میں ان کو پڑھا جائے، ضخامت ۱۵۸ صفحے، طبع دوم قیمت ۴۰

لغات جدیدہ

چار ہزار جدید الفاظ کی ڈکشنری قیمت ۴۰

"منہج"

مطبوعاتِ غالب

غالب اور اسکی شاعری، نوشتہ جناب احمد الدین احمد صاحب، ایم ایے، ص ۴۰ قیمت ۷ روپے۔
سفر یک ایجنسی، الہ آباد،

غالب کو اس وقت جو مقبولیت حاصل ہے اور اسکی اردو شاعری کے متعلق (جسے وہ اپنے لئے تنگ سمجھتا تھا) جو بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے وہ محتاج بیان نہیں پہلے اگر غالب کی شاعری کو مشرقی اصول کی کسوٹی پر پرکھا جاتا تھا تو اب مغربی اصول اسچریان کئے جا رہے ہیں موجودہ مضمون بھی جو ایک نوجوان فارغ التحصیل طالب علم کا لکھا ہوا ہے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے مضمون نگار نے دعویٰ کیا ہے کہ غالب کو

رستائش کی تنازعہ گلہ کی پرواہ

ہے وہ صرف اپنے پیغام کو عملی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے لیکن پورے مضمون میں کہیں بھی اُس کے اُس ”روحانی پیغام“ کا ذکر نہیں ہے، مضمون سلیس اچھا اور لائق مطالعہ ہے،

مقالات نوشتہ جناب احمد الدین احمد صاحب ایم ایے، ص ۴۰ قیمت ۷ روپے۔
سفر یک ایجنسی، الہ آباد،

یہ چھوٹا سا رسالہ ہمارے نوجوان انشا پرداز کے پانچ چھوٹے چھوٹے مضامین کا مجموعہ ہے، اگرچہ ان عنوانات پر مفصل تحقیقات شایع ہو چکی ہیں تاہم اُن کے نتائج کو جس کثرت سے پیدا کیا جائے بہتر ہے ہندوستان کے پانچ بڑے مسلمان حکمرانوں پر جو پانچ غیر تاریخی الزامات ہیں اُن کے تجزیہ جوابات ہیں اور عام اشخاص کیلئے جو تحقیقات و تنقیدات کے صبر طلب اساتذہ پر نہیں چل سکتے

ایک حد تک تسکین کا باعث ہو سکتے ہیں، ضرورت سے کہیں قسم کے مضامین بکثرت انگریزی ہندی وغیرہ میں لکھے جائیں کہ صدیوں کی پیدا کردہ غلطیوں کا ازالہ ہو جائے،

”ن“

فیروز شاہ، مصنفہ جناب حکیم محمد سراج الحق صاحب، منچر و پبلشر رسالہ دنگداز، حجم ۴۴ ص ۴۴ قیمت ۷ روپے۔
منچر دنگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ،

جناب حکیم محمد سراج الحق صاحب نے اس کتاب میں سلطان فیروز شاہ بہمنی اور راجہ دیورای بجا نگر کی مورکہ آرائیوں کا لذتہ حسن و عشق کی رنگ آمیزی کے ساتھ دلچسپ پیرایہ میں پیش کیا ہے،

حکیم صاحب نے اپنے اس ناول میں مولانا شرمہ مرحوم کے نقش قدم کی پیروی کی پوری کوشش کی ہے اور اگر فسانہ کے پلاٹ کی کہیں کہیں کی فروگزاشتوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو جانشہ اس پر مولانا شرمہ مرحوم کی تصنیف ہونے کا گمان ہوتا ہے، اور یہی اس کتاب کی سب سے بڑی کامیابی ہے

اسرار شریاتیہ، مصنفہ مولانا حکیم محمد عبدالوہاب صاحب انصاری حجم ۴۴ ص ۴۴ قیمت ۷ روپے۔
چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت سے روپے۔ حکیم محمد عبداللہ صاحب انصاری جامع مسجد دیوبند،

مولانا عبدالوہاب، مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری وغیرہ جیسے اہل کمال کی صحبت کے فیض یافتہ ہیں اور ایک زمانہ سے علم طب کی خدمت میں مصروف ہیں، زیر تبصرہ کتاب مولانا کی ذاتی تجربات و تجربات پر مشتمل ہے،

کتاب کی ابتداء میں نبض کے حرکات، ہکناٹ، کینیات، علامات اور اُس کے تمام اثرات و نتائج پر نہایت شرح و بسط سے مفصل و محققانہ بحث کی گئی ہے، جو کتاب کے ماضیوں میں آئی ہے اس کے بعد مولانا کے آزمودہ مرکبات اور اُن کے تفصیلی نسخے درج ہیں،

زبان سے قدیم اہل علم کے اردو طرز تحریر کا انداز نمایاں ہے،

اتباع الرسول، مرتبہ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب انیسویں حجم ۴۴ صفحہ قیمت ۶ روپے دفتر المحدث، امرتسر،

مولانا چند سال سے مولوی احمد دین صاحب "دعویٰ منکر حدیث" سے حدیث کے حجت اور قابل اتباع ہونے پر بحث و مناظرہ فرما رہے تھے، زیر نظر رسالہ اسی تحریری مناظرہ کی روداد ہے جس میں طرفین کے خطوط سوال و جواب کی شکل میں شائع کئے گئے ہیں مولانا نے جوابات میں صرف قرآن مجید کو پیش نظر رکھا ہے، یوں تو جھگڑا مناظرہ کا نتیجہ کبھی بھی فیصلہ کن ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر ان خطوط کے اوّل و آخر کو دیکھا جائے تو دعویٰ "انکار حدیث" خود دعویٰ کے الفاظ سے مست ہوتا گیا ہے، اور بالآخر مولوی احمد دین کے قلم سے یہ الفاظ بھی نکل گئے ہیں رسالت کی اطاعت کے تو ہم دونوں قائل ہی تھے، اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے یہ دلچسپ رسالہ ہے،

قاعدہ فارسی، مولفہ جناب ابوالحسن محمد حسن خاں صاحب مئیں مدرس فارسی و سنیہ دار الشفا سرکار علی حیدر آباد، حجم ۴۴ صفحہ تقطیع چھوٹی طباعت و کتابت ایرانی طرز میں عمدہ اور بچوں کے لائق ہے، قیمت ۶ روپے۔ مکتبہ ابراہیمیہ مداد باہمی محدود ایشیئن روڈ حیدر آباد،

یہ فارسی کا ایک جدید قاعدہ ہے جو نئے اسلوب میں جدید طریق تعلیم میں نئے طریق راست " (DIRECT METHOD) کے اصول پر مرتب کیا گیا ہے، جو غالباً ہندوستان میں فارسی زبان کے لئے سب سے پہلی کوشش ہے، رسالہ ۲۱ درس میں منقسم ہے پھر مختلف درس مختلف مشق میں مشق کرانے گئے ہیں، ہر درس میں الفاظ کی تعبیر تصویروں سے کی گئی ہے، نیز قدیم فارسی الفاظ کے پہلو بہ پہلو جدید الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں پھر ہر درس کی تعلیم کے لئے ہدایتیں الگ درج ہیں، آخر میں ایک وزنیہ سنگ سنگ ہے جس میں شکل الفاظ کے اردو معنی بتائے گئے ہیں جناب مولف اس تالیف کیلئے مشکریہ کے معنی ہیں توقع ہے کہ یہ رسالہ طلبہ کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا،

"ر"

جلد سبب پنجم ۲۵ ماہ ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۵ء عہدہ

مضامین

ماہم خادمت دولت و خدمت امت

۳۲۲-۳۲۳

سید سلیمان ندوی

نزول القرآن

۳۲۱-۳۲۰

مولانا عبدالسلام ندوی

"نقشہ حضرت تمیم الفارسی"

۳۲۲-۳۲۱

مولوی عبدالقادر صاحب مدرس اپر و فیصلہ و جہانگیر

محدثین جون پور

۳۲۴-۳۲۳

ازہندوستان

مسلمان جغرافیہ دان

۳۲۵-۳۲۴

پروفیسر مارون خان شروانی استاد فلسفہ

تاریخ جامعہ عثمانیہ

ملہین توارج

۳۲۶-۳۲۵

"ع"

فن مقامات کا موجد کون تھا،

۳۲۷-۳۲۶

"ر"

جہنہ میں مسلمانوں کی بغاوت

۳۲۸-۳۲۷

"س"

علامہ شبلی نعمانی کے غیر مطبوعہ مکاتیب

۳۲۹-۳۲۸

علامہ شبلی

احبار علمیہ

۳۳۰-۳۲۹

"ن"

جنون آرزو

۳۳۱-۳۳۰

جناب مولوی اقبال احمد صاحب سیل

ایم اے ال ال بی اعظم گڑھ

المبین کے تبصرہ پر ایک تنقیدی نظر

۳۳۲-۳۳۱

مولانا اکرم اللہ خان صاحب ندوی معائنہ ادبی کونسل کراچی

مات جدیدہ

۳۳۳-۳۳۲

"س"